

# مُعَاوِفَت فِيچُر

مدیر:  
سید شاہد ہاشمی

MA'ARIF FEATURE

نائب مدیر ان: ممعن ظفر خان، سید سمیح اللہ حسینی، نوید نون - معاون مدیر: غیاث الدین  
ڈی، ۳۵، بلاک ۵، فیڈرل بی، ایریا، کراچی - ۵۹۵۰  
فون: ۰۹۲۰۱-۳۶۸۰۹۲۰ (۳۶۳۶۹۸۳۰)، فیکس: ۰۹۲۰-۳۶۳۶۹۸۳۰  
برقی پتا: irak.pk@gmail.com، ویب گاہ:

- ۱۔ **معاوف فیچر** ہر ماہی کیم اور رسولت ریجنوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں دنیا بھر سے (ہمیں) دستیاب ایسی معلومات کا تھاپ پیش کیا جاتا ہے، جو اسلام سے دوچی اور ملت اسلامیکا درد رکھنے والوں کے غور و فکر کے لیے اہم یادگیریوں کی ہیں۔
- ۲۔ پیش کیا جانے والا لواز مذکوم ملا تبصرہ شائع کیا جاتا ہے۔ کسی مضمون، نقطۂ نظر، خیال یا معلومات کے تھاپ کی وجہ اس سے ہمارا تقاضہ نہیں، اس کی اہمیت ہوتی ہے۔ کسی مضمون یا معلومات کی مدل تردید یا اس سے اختلاف پیش کیا جائے تو اس کو بھی جلدی جاسکتی ہے۔
- ۳۔ **معاوف فیچر** کوہتر بنانے کے لیے مفید معلومات کے حصول یا ان کے ذریعہ تک رسائی میں آپ کی مدد کا خیر مقام کیا جائے گا۔
- ۴۔ ہمارے فرماں کردہ لواز سے کے مرید، لیکن غیر تجارتی ابلاغ کی عاصم اجازت ہے۔
- ۵۔ **معاوف فیچر** کی کوئی قیمت مقرر نہیں۔ ہمارے عطیات کی ضرورت بھی رہتی ہے اور عطیات قبول بھی کیے جاتے ہیں۔ اسلامک دیسرچ اکیڈمی کو اچی

پورے نظام کو چلاتے ہیں۔ ان سے کوئی بھی معاهدہ، بہت تیزی سے طے پاتا ہے کیونکہ وہ اپنے چند مشروں کے سوا کسی سے بات نہیں کرتے۔ مغربی دنیا چاہتی ہے کہ کسی بھی بڑے ملک سے کسی ایک شخصیت کے ذریعے ڈیل کرے۔ اور دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ مطلق العنان حکمرانوں کا اٹریک ریکارڈ اچھا نہیں۔ ایک طرف تو وہ قومی میکیت کو زیادہ مستحکم نہیں کر سکتے اور دوسری طرف بنیادی حقوق کے حوالے سے بھی ان کی کارکردگی شرمناک رہتی ہے، اور یوں معاشروں میں انتشار غیر معمولی حد تک بڑھ جاتا ہے۔

۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے عشروں میں مصر میں جمال عبدالناصر، الجماہری میں حواری بودمین اور شام میں حافظ الاسد مطلق العنان حکمرانوں کی حیثیت سے ابھرے اور انہوں نے ملک کو مضبوط کرنے کے دعویوں کے ساتھ کام شروع کیا۔ انہوں نے چند ایک ایسے اقدامات ضرور کیے جن کی مدد سے ملک کو مستحکم کرنا کسی حد تک ممکن ہو سکا۔ مگر انقلابی اہم جلد ختم ہو گئی۔ زمینی خاقان نے جب معاملات کو اپنی گرفت

## اندرونی صحفت پر:-

- ۱۔ شہنوں کو قتل کرنے کے ذریعے،
- ۱۔ تبدیلی تاریخ کی شرمناک کوشش
- ۱۔ فلسطین کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ
- ۱۔ ”خشی جب اگر تسلیم گئے تھے!“
- ۱۔ امریکا سعودی عرب کی ایمی ہتھیار حاصل کرنے میں مدد کرے گا؟
- ۱۔ ہاتھی کے دانت---!
- ۱۔ علم۔ ماہیت اور ذرائع
- ۱۔ ایران، چین کے لیے طاقت کا توازن

## کمزور تر م رد ہائے آہمن

Steven A. Cook

برائے نام ہوئی ہے یعنی بالکل سرسری انداز سے۔ دنیا بھر میں جمہوریت ایک طرف رہ گئی ہے اور مددہائے آہمن میدان میں دکھائی دے رہے ہیں۔ مصر میں جزوی فتح اسی، روس میں ولادیمیر پوٹن، فلپائن میں راؤ ریگوڈیوٹر اور خود امریکا میں صدر ڈوبنڈل ٹرمپ۔ یہ سب اپنے اپنے مراجع کے مطابق حکومت کر رہے ہیں۔ امریکا میں جمہوری پیشتر اخبارات نے کہل قذافی کی ”اصلاحات“، کوسراہ، تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ انہوں نے لیبیا پر اسی طور حکمرانی جاری رکھی جس طور کرتے آئے تھے۔ اس میں طاقت کے استعمال کا عذر نہیں تھا۔ مخالفین کو کسی بھی حال میں برداشت نہ کرنے کا کلپر لیبیا میں تبدیل نہ ہو سکا۔ ایوان ہائے اقتدار میں جو کچھ ہوتا رہا تھا وہی ہوتا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ محمر قذافی نے طاقت کے استعمال کا جو راجحان پروان چڑھایا وہ اب تک اپنی بہادر کھارا ہے۔

مشرق و سطی ہو یا یورپ، اسٹرالیگ میں یا مرد آہمن کے حوالے سے نئے رومنس کی باتیں عام ہیں۔ مشرق و سطی کا معاملہ یہ ہے کہ مطلق العنان حکمران اپنا اقتدار بچانے کے لیے جو کچھ کرتے تھے اسے وقت سے بہت پہلے اصلاحات قرار دے کر ان تمام حکمرانوں کی اتنا کے غبارے میں ہوا۔ بھری جاتی تھی۔ معاملہ کچھ یوں ہے کہ پرانا جہاں گرتے آئے تھے وہیں گرتے رہے ہیں۔ سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان جو کچھ کر رہے ہیں اس کے حوالے سے بھی مغربی پریس میں ستائش آیم مضمایں اور پورٹس ہی شائع کی جا رہی ہیں۔ جو کچھ محمد بن سلمان نے اب تک کیا ہے اس پر تدقید

رہتے ہیں۔ لیبیا اور یمن اگر اپنے موجودہ بحران سے نکلنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو ان کے معاملات مطلق العنان حکمرانوں ہی کے ہاتھ میں آئیں گے اور یہ مغرب کے لیے ان سے ڈیل کرنا پھر آسان تر ثابت ہو گا۔ اور ان دونوں ممالک میں خون خرا بختم کرنے کے لیے لازم ہے کہ تمام معاملات ایک فرد کے ہاتھ میں ہوں۔ ملک بھر میں کسی حد تک استحکام اسی صورت قائم کیا جاسکتا ہے۔ مگر خیر، حقیقت یہ ہے کہ مطلق العنان حکمران ملک کو حقیقی استحکام سے بھی ہم کنار نہیں کر سکتے۔ ان کی لائی ہوئی ترقی عارضی ہوتی ہے۔ وہ اپنے تمام اقدامات کی بقا یقینی بنانے کے لیے طاقت کا بے محابا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں صرف خرابیوں کو راہ لٹکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلق العنان حکمرانوں کے اقدامات سے معاشرے صرف انتشار کی طرف جاتے ہیں۔ اپنے حقوق چھین جانے پر لوگ مشتعل رہتے ہیں، افلاطی سوچ پروان چڑھتی رہتی ہے اور موقع ملتے ہی لوگ اس سوچ کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔ ایسے معاشروں میں حقیقی، قابلِ رشک اور قابلِ تقیدی استحکام شاذ و نادر ہی پیدا ہو پاتا ہے۔

ولی عہد محمد بن سلمان جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہت سوں کے نزدیک سعودی عرب کے لیے زہر قاتل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سعودی معاشرہ غیر معمولی خرابیوں سے دوچار رہا ہے۔ بہت کچھ ہے جو طاقت کے ذریعے دبایا جاتا رہا ہے۔ محمد بن سلمان نے سرمایہ کاروں کو دعوت دے کر ملک کو اس حوالے سے ایک جنت نشان ملک بنانے کی کوشش شروع کی ہے۔ وہ خواتین اور نوجوانوں کو حقوق دینا چاہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں چند ایک ثابت تبدیلیاں ضرور آئیں گی۔ جو کچھ محمد بن سلمان کر رہے ہیں، وہ ایک ناکام ہوتے ہوئے سعودی عرب سے تو یقیناً بہت بہتر ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مغرب کو محمد بن سلمان کی شکل میں ایک ایسا رہنماء کھانی کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ جزل فتح اسی نے بھی مسلم انتہا پسندی کشتوں کرنے کی کوشش کی ہے مگر اب تک زیادہ کامیاب نہیں رہے۔ خادم حرمین شریفین کی حیثیت سے محمد بن سلمان کو زیادہ کامیابی ملنے کی توقع ہے۔ وہ اب تک یہی ثابت کرتے آئے ہیں کہ باضابطہ باشہست ملنے پر وہ اپنی مرضی کے مطابق کام کریں گے اور مغرب ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے گا۔

باقی صفحہ نمبر ۳

جنہوں نے عوام کا بجلہ سوچا اور ملک کی ترقی یقینی بنانے پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی۔ باقی ساری دنیا میں ایسا نہیں ہے۔ بڑی ریاستوں میں کسی بھی مطلق العنان حکمران کو اپنی خواہشات کے مطابق کام کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ بڑی آبادی اور بڑے رقبے میں اپنی مرضی کے مطابق بہت کچھ کرنا کسی بھی فرد کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ مصر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جزل فتح اسی نے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لے چکا ہے مگر وہ معاملات کو ہمتر طور پر چلانے اور ملک کو حقیقی ترقی سے ہم کنار کر کے عوام کا معیار زندگی بلند کرنے میں اب تک ناکامی سے دوچار دکھائی دیے ہیں۔ بھی حال روں اور دیگر بڑی ریاستوں کا ہے۔ روس کا رقبہ تباہی دے رہا ہے کہ پہنچ کے لیے اپنی مرضی کے مطابق تمام معاملات کو درست کرنا انتہائی دشوار ہے۔ وہ ایک خاص حد تک ہی جاسکتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ مصر کے تمام معاملات حسنی مبارک کی ذات میں سٹھنے ہوئے تھے۔ مغرب کے لیے ایک فرد سے ڈیل کرنا آسان ہوتا ہے، اس لیے وہ حسنی مبارک کے ذریعے مصر کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتے رہے۔ انہوں نے حسنی مبارک کی ذات میں اپنے لیے ایک ایسا حکمران دیکھا جو تمام معاملات ان کی مرضی مطابق چلانے کے لیے ہم وقت تیار رہتا تھا۔ جزل فتح اسی نے بھی مغرب کی مرضی کے تابع رہنے کی کوشش کی ہے مگر اب تک پورے ملک پرانی گرفت زیادہ مضبوط نہیں۔ انہوں نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ زیادہ قابلِ رشک نہیں۔ جو کچھ حسنی مبارک نے کر دکھایا اس کے مقابلے میں جزل فتح اسی کچھ زیادہ کرنے میں کامیاب دکھائی نہیں دیے مگر ہاں، انہوں نے مذہبی قیادت سے دہشت گردی کے حوالے سے دلوں انداز سے کچھ کہنے میں ضرور کامیابی حاصل کی ہے۔

مغربی قیادتوں کو دنیا کے ہر خطے میں مطلق العنان حکمران پسند ہیں۔ ان سے بات کرنا اور معاملات طے کرنا بہت آسان ہوتا ہے اور ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ امریکا اور یورپ کے مقابلے میں جمہوریتیں کمزور لیڈر پیدا کرتی ہیں۔ امریکا اور یورپ میں جمہوریت کی جزیں گہری ہیں۔ عوام اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں کیا در کار ہے، کیسے حکمران چاہئیں۔ دوسری طرف دنیا بھر میں جمہوری طرز حکمرانی کے ڈھانچے کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ طاقتو اور باشور لیڈر ایک پہلی بات تو یہ ہے کہ ان تینوں ریاستوں کا رقبہ بہت کم ہے اور آبادی بھی۔ دولت زیادہ ہے جس کے نتیجے میں عام آدمی کے لیے بلند تر معیار زندگی ممکن بنانا آسان رہا ہے۔ اور پھر معاملہ قائدین کا بھی ہے۔ تینوں ریاستوں کو ایسے قائدین ملے

میں لیا تو جو کچھ ترقی جیسا کہ کھانی دے رہا تھا وہ غائب ہو گیا اور طاقت رہ گئی۔ ان حکمرانوں کے پاس طاقت کے استعمال کے ذریعے اقتدار کو طول دینے کے سوا کوئی راستہ نہ پچا۔ آج تینوں ممالک کا جو حال ہے وہ کسی سے ڈھاکا چھپانیں۔ یہ ہے مرد ہائے آہن کی کار کر دگی۔

مصر میں حسنی مبارک اور شام میں حافظ الاسد نے کسی جواز کے بغیر حکمرانی جاری رکھی، جس کے نتیجے میں صرف انتشار پیدا ہوا، خرابیوں نے جنم لیا۔ مصر اور شام دونوں ہی کو بالآخر تباہی سے دوچار ہوتا پڑا۔ حسنی مبارک اور حافظ الاسد نے معاملات کو جوں کا توں رکھنے کے لیے طاقت کا بے محابا استعمال کیا۔ دونوں ممالک میں بندی دی حقوق کلچنے کا سلسلہ ایسا چلا کہ اب صرف خرابیاں باقی رہ گئی ہیں۔

مطلق العنان حکمرانی صرف عرب دنیا کا ویرہ نہیں۔ جنوبی امریکا کی بھی بکھانی ہے۔ ویزوریلا میں ہیو گوشادیز کی حکمرانی بھی اسی نوعیت کی تھی۔ انہوں نے پورے ملک کے معاملات کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھالا اور جس طور چاہا اسی طور حکمرانی کی۔ کیوبا کا بھی کچھ ایسا ہی معاملہ رہا ہے۔ فیدل کاسترو نے اپنی مرضی کو حکومت کا نام دیا۔ ان دونوں ممالک کا جو حال ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

بیسوں صدی کے تیسراں کی ابتداء میں ترکی کو بھی تبدیل ہوتا پڑا۔ سلطنتِ عثمانی کے خاتمے کے بعد مصطفیٰ سماں پاشانہ ترکی کو تبدیل کرنے کی تھانی۔ انہوں نے سیکولر ترکی کی بنیاد رکھی۔ انقلاب کو بنیادی تغیرت بنا دیا گیا۔ پورے ملک کو تبدیل کرنے کی بات کی گئی اور بہت کچھ بالآخر کیا گیا۔ مگر چند ہی عشروں میں انقلابی اہمکل طور پر ختم ہو گئی اور صرف انتشار رہ گیا۔ اس کے بعد فوجی حکمرانی کا دور شروع ہوا۔ سمجھ جانتے ہیں کہ ترکی میں فوج کا اقتدار کس مدد میکھم تھا۔ کئی عشروں تک فوج ترکی کے معاملات پر چھائی رہی۔ اس دوران مشکلات ہی مشکلات رہیں۔

سنگاپور، تحدی عرب امارات اور قطر کی مثالیں عجیب ہیں۔ ان تینوں ریاستوں میں غیر جمہوری حکومتوں نے عوام کو بہت کچھ دیا ہے۔ ترقی بھی ہوئی ہے اور عمومی سٹھن پر خوشحالی کا دور دورہ بھی رہا ہے۔ مگر ہمیں چند ایک امور کا خیال رکھنا پڑے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان تینوں ریاستوں کا رقبہ بہت کم ہے اور آبادی بھی۔ دولت زیادہ ہے جس کے نتیجے میں عام آدمی کے لیے بلند تر معیار زندگی ممکن بنانا آسان رہا ہے۔ اور پھر معاملہ قائدین کا بھی ہے۔ تینوں ریاستوں کو ایسے قائدین ملے

# دشمنوں کو قتل کرنے کے نئے طریقے

نشانہ بنانا شروع کیا اور ۱۹۷۲ء کے میونچ (جرمنی) اولپکس میں اسرائیلی دستے کے امار کان کو قتل کر دیا تو اسرائیل کے مرکزی خفیہ ادارے موہاد نے بیرون ملک اہم دشمنوں کو ہدف بنانا شروع کیا۔ اسرائیلی خفیہ ادارے اب تک بیرون ملک کم و بیش ۲۰۰ قتل کر چکے ہیں۔ ٹیونس، مالٹا، اردن، لبنان، متحده عرب امارات اور دیگر ممالک میں فلسطینی آپریویز کو نشانہ بنایا گیا۔ معروف اسرائیلی صحافی برکین میں اپنی ایک حالیہ کتاب میں اس حوالے سے لکھا ہے کہ اب تک یہ طے نہیں ہوا کہ میونچ میں اسرائیلی اتھلیٹس کو ہلاک کرنے والے بھی مارے گئے یا نہیں۔

اسرائیل نے ممکنہ وہشت گردی کا خدشہ ظاہر کر کے فلسطینیوں کو نشانہ بنانے کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ غرہ اور غرب اردن میں اسرائیلی فوجیوں کی کارروائیاں تو اتر سے جاری رہی ہیں۔ حماں کے سربراہوں کا قلق بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ شیخ حمید یاسین اور عبدالعزیز نشیشی کو اسرائیلی فوج نے ۲۰۰۴ء میں شہید کیا۔ خالد مشعل کو زہرہ کے ہلاک کرنے کی کوشش ناکام رہی۔ برگین میں نزدیکی ادا کو خص شہبے کی اسرائیلی فورسز نے ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۵ء کے دوران ۳۰۰ سے زائد فلسطینیوں اور ۵۰۰ اسے زائد غیر متعلق افراد کو خص شہبے کی بنیاد پر موت کے گھاٹا تارو دیا۔

فلسطینیوں کے معاملے میں اسرائیل نے فقط ماتقلم کے طور پر قتل کا طریق اپنایا۔ یعنی ذرا سما بھی شک ہو تو دشمن کو موت کے گھاٹ اتارو۔ اور اس حوالے سے بیرونی سرزی میں پر بھی خون بہانے سے گرین نہیں کیا گیا۔ نائن ایون کے بعد امریکا نے بھی بھی کیا۔ برطانیہ اور فرانس نے بھی امریکی قیادت کے نقش قدم پر حلتے ہوئے وہ سب کچھ کیا جو دشمنوں سے محظوظ رہنے کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ ڈرون حملوں میں دشمنوں کے ساتھ ساتھ اپنوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ امریکا، برطانیہ اور فرانس نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ دشمن کو بیرونی سرزی میں پر نشانہ بنایا جائے۔ یہی سبب ہے کہ ڈرون حملے زیادہ مقبول رہے ہیں۔ امریکا نے افغانستان، پاک افغان سرحدی علاقے، صومالیہ، یمن اور دیگر مقامات پر ڈرون حملوں میں دشمنوں کوٹھکانے لگانے کی حکمت عملی اپنا کر پوری دنیا کی مخالفت مولی ہے۔

امریکی صدر ڈوڈلہ ٹرمپ نے بھی جارج واکر بیش اور برک اوباما کی پالیسیوں پر عملی سب سے نمایاں ہے۔ یمن میں تین صوبوں کو دشمنوں کے حوالے سے نعال قرار دے کر وہاں

قانون اور پالیسی بنانے والوں کی توجہ اس چلن نے یکساں طور پر پائی ہے اب بڑی ریاستیں کسی بھی ملک کو کمزور کرنے کے لیے اس کے راہنماؤں کو نشانہ بنانے کے بجائے وہاں اپنے مخالفین کو نشانہ بناتی ہے اور اس کی منظوری باضابط پالیسی کے تحت دی جاتی ہے۔ سائز بری میں روئی ڈبل ایجنت سرگنی اسکرپل پر نیروں کی میکل حملہ اس حوالے سے تازہ ترین مثال ہے۔ برطانوی وزیر اعظم تھریسا میں ۱۶ مارچ کو کہا کا اس حملے میں روئی حکومت کے ملوث ہونے کا امکان نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور پھر چند ہی دنوں میں ۲۳ سفارتی ہلکاروں کو ملک بدری کا حکم دے دیا گیا۔ روئی صدر ولاد میسیر پوٹن کی طرف سے مخالفین کے خلاف کارروائیوں کا حکم دیا جانا، انہیں نشانہ بنایا جانا کوئی حریت اگزیز بات نہیں۔ روئی سرزی میں پر صحافیوں، سیاست دانوں اور دیگر مخالفین کو نشانہ بنانے کا سلسلہ ایک زمانے سے جاری ہے۔ بدنام زمانہ روئی خفیہ ادارے کے جی بی کی پیش رو فیڈرل سکیورٹی اجنسی نے پوٹن کے دور میں مجرمانہ سرگرمیوں کے حامل کا روبروی گروہوں کے ساتھ مل کر ایسی فضایاں کی ہے، جس میں مخالفین کے لیے محفوظ رہتے ہوئے زندگی بسر کرنا انتہائی دشوار ہو گیا ہے۔ پوٹن نے بیرون ملک مکانہ دشمنوں کو ختم کرنے میں بھی کوئی پچھاہت محسوس نہیں کی ہے۔ کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ ان کی بات بالکل غلط تھی سایہ میں پہنچنے کی تقریباً تاریخی میں ملا دیا۔ ۲۰۰۴ء میں نیلی تھیوں کے قتل نے پاکستان میں حقیقی جمہوریت کے پنپنے کی بھجاش تقریباً ختم کر دی۔

امریکی صدر ابراہم لٹکن کے قتل کے بعد اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم جنون ڈزرائیل نے کہا تھا کہ قتل سے تاریخ کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ ان کی بات بالکل غلط تھی سایہ میں مرتبہ ہو چکا ہے کہ کوئی لیڈر قتل ہوا اور ملک کی تاریخ ہی بدلتی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تاریخ آگر تبدیل نہ ہو تو زیادہ عجیب ہو جاتی ہے۔ نیشن جونز اور نیشن اولکن کی تحقیق کے مطابق ۲۰۰۶ء میں لندن میں الیگزینڈر لٹونکوو کا قتل اس کا منہ بولتا ہے۔ ایسے میں سائز بری میں سرگنی اسکرپل پر حملہ کوئی حریت اگزیز بات نہیں۔

دشمنوں کو بیرون ملک قتل کرانے کے حوالے سے روں کوئی انوکھا ملک نہیں۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے اور بعد میں جنوبی امریکا کی حکومتیں ڈرون ملک سیاسی پناہ حاصل کرنے والے اپنے بائیں بازو کے مخالفین کو کچلنے میں مصروف رہیں۔ نسل پرستی کے دور میں جنوبی افریقا کی حکومت بھی موجودہ حکمران افریقین نیشنل کانگریس کے ارکان کو پڑھی ممالک میں قتل کرانے میں کچھ باک محسوس نہ کرتی تھی۔

ضروری نہیں کہ کسی ملک میں شدید عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے کسی قومی راہنماء کی کو قتل کیا جائے۔ چند برسوں کے دوران ایک اور چلن تیزی سے عام ہوا ہے۔ یہ چلن ہے دشمن کو بیرون ملک یا اسی کی سرزی میں پر قتل کرنے کا۔

کا سلسہ دم توڑتا کھائی نہیں دیتا کیونکہ جیسا کوئی بھی کی ترقی نے قتل کو آسان تر کر دیا ہے۔ ڈرون حملوں کے ذریعے کسی کو بھی آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ بنیادی حقوق کی پاسداری کے لیے کام کرنے والے ادارے اور تنظیمیں چیز چیز کر تھک چکی ہیں مگر بڑی بیانات میں اس حوالے سے اپنی روشن تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ امریکا، برطانیہ، فرانس، روس اور دیگر ممالک نے دشمنوں کو یہ ورنی سرزی میں پر نشانہ بنانے کے حوالے سے اپنی پریکٹس ترک کرنے کا اب تک عنده یہ نہیں دیا۔ اس حوالے سے عالمی اداروں کو آگے بڑھ کر ٹھوں کر دار ادا کرنا ہو گا۔ طاقتور ممالک میں بنیادی حقوق کے اداروں کو بھی اس حوالے سے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے کام کرنا چاہیے۔

(ترجمہ: محمد ابراهیم خان)  
"States are finding new ways of killing enemies abroad". ("The Economist". March 15, 2018)

ہے۔ دنیا بھر میں اس طریق کا درپر تقدیم کی جا رہی ہے مگر دونوں ریاستیں اُس سے مس نہیں ہو رہیں۔ اب برطانیہ اور فرانس بھی ان کے ہم نوا ہوتے جا رہے ہیں۔ فرانس اور برطانیہ نے یہ ورن ملک دشمنوں کو براہ راست نشانہ بنانے کا سلسہ تو شروع نہیں کیا ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ وہ بھی اس راہ پر بہت جلد گامزن ہوں گے۔

اسرائیل اور امریکا دونوں ہی بھند ہیں کہ جن پر ذرا بھی

شبہ ہوا ہمیں قتل کر دیا جائے کیونکہ قتل نہ کیے جانے کی صورت میں وہ حملے کر کے زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ انسانی حقوق کے ادارے اس پالیسی کو مسترد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں خرابیاں بڑھتی ہیں، کم نہیں ہوتیں۔ اسرائیلی حکومت کہتی ہے کہ مکمل دشمنوں کو جلد از جلد اور بڑی تعداد میں موت کے گھاث اتار دینا یہی داشت مندی کی علامت ہے۔

دوسری طرف ایمنی ائمہ نیشنل کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا بنیادی حقوق کی صرخ غلاف ورزی ہے۔ اس سلسلے میں ایک بنیادی اشتہار یہ بھی ہے کہ دشمنوں کو نشانہ بنانے کے عمل میں بہت سے غیر متعلق افراد بھی موت کے گھاث اتار دیے جاتے ہیں۔ معروف قانون دان فلپ سینڈنے امریکا اور برطانیہ کو جنگی قوانین کی صرخ غلاف ورز یوں کا مرکب قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دونوں ہی ممالک تمام متعلقہ قوانین کی عین خلاف ورزی کرتے آئے ہیں اور تمام اقدار کو یکسرفا موش کر بیٹھے ہیں۔ فلپ سینڈنر کہتے ہیں کہ امریکا، اسرائیل اور برطانیہ جس نوع کے اقدامات کر رہے ہیں وہ صرف جنگ کی حالت میں درست قرار دیے جاسکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ دوسری طرف اسرائیل کا استدلال یہ ہے کہ اس کا موجودہ اور پرلگا ہوا ہے۔ ایسے میں جنگی قوانین پر عمل کی عیاشی کا تمثیل نہیں ہوا جاسکتا۔

ریاتی پیمانے پر قتل کو مختلف اداروں میں مختلف پہلوؤں سے دیکھا اور پر کھا گیا ہے۔ ۱۵۱۶ء میں "یوٹوپیا" کے مصنف ثامس مور نے لکھا تھا کہ ریاست کے دشمنوں کو قتل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اسی صورت باشدنوں کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ ۱۷۸۹ء میں اس وقت کے امریکی صدر ثامس جیفرسون نے جیز میڈیسین کو لکھا کہ زہر دے کر یا کسی اور طریقے سے دشمنوں کو قتل کرنا اخشار ہویں صدی کے دوران انتہائی خوف کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے۔ ۱۸۰۲ء میں اس وقت کے برطانوی وزیر خارجہ نے پولین کو قتل کرنے کے ایک منصوبے کی محض راہ مسدود نہیں کی بلکہ فرانس کو باضابطہ طور پر مطلع بھی کیا۔

دشمنوں کو غیر قانونی طور پر یعنی بالائے عدالت قتل کرنے

ڈرون حملوں کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے نتیجے میں ان تین صوبوں میں خوب ڈرون حملے کیے گئے ہیں۔ نیوارمیکا نامی ٹھنک ٹینک سے تعلق رکھنے والے تجویز کا رپپیٹر گر کا کہتا ہے کہ امریکی پالیسی سازوں نے وضاحت نہیں کی ہے کہ دشمنوں کی سرگرمیوں کے حوالے سے فعل خطکوں کوں سے میں گمراہیا گئتا ہے کہ یہ اصطلاح محض اس لیے وضع کی گئی ہے کہ دشمنوں کو کسی کسی بھانے نشانہ بنانے کا سلسہ جاری رکھا جاسکے۔

کسی بھی یہ ورنی سرزی میں پر دشمن کو انفرادی حیثیت میں روایتی طریقے سے نشانہ بنانا انتہائی قابلِ نہاد ہے اور ڈرون حملوں کے ذریعے کی کوشاںہ بنانا تو اور بھی قابلِ نہاد ہے کیونکہ اس میں جانی نقصان کا خطرہ بہت زیادہ رہتا ہے۔

دنیا بھر میں انسانی حقوق کی پاسداری کا علم بلند رکھنے والے قانون دانوں کی نظر میں ڈرون حملے سراسر غیر قانونی ہیں کیونکہ ان میں بے قصور افراد بڑی تعداد میں مارے جاتے ہیں۔ بالائے عدالت اور دیگر مشکوک طریقوں سے قتل کے واقعات کے اوقام تحدہ کی خصوصی رابطہ کاریکینہر کیا مژہ کہتی ہیں کہ ڈرون حملوں میں غیر متعلق افراد کی بلاکت کا خدا شہ غیر معمولی ہوتا ہے اور عام طور پر ایسی بلاکتیں واقع ہوتی ہیں۔ امریکا نے اپنے طور پر دشمنوں کی فہرستیں تیار کر رکھی ہیں۔ یہ فہرستیں محض ٹینک کی بنیاد پر تیار کی جاتی ہیں۔ کسی کے بارے میں بھی طے کر دیا جاتا ہے کہ وہ القاعدہ اور دیگر گروپوں کا رابطہ کاریساہولت کارہے۔ اور پھر کسی بھی ٹارنگڈ شخص کو وضاحت کا موقع بھی نہیں دیا جاتا۔ جسے مارنے کا طریقہ جاتا ہے، اسے مار دیا جاتا ہے۔

امریکا اور اسرائیل یہ ورنی سرزی میں پر دشمنوں کو قتل تو کرتے ہیں مگر ان ہلاکتوں کو قتل قرار دینے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ "ٹارنگڈ ایکڈ" ہیں۔ برائے اہلہ بانے اپنے آخری ایام میں ایک حکم نامہ جاری کر کے وضاحت کی تھی کہ جو کچھ امریکی فورسز اپنی سرزی میں کوچجانے کے لیے کرتی ہیں انہیں کسی بھی حالت میں قتل نہیں کہا جاسکتا۔ امریکا اور اسرائیل دونوں ہی بین الاقوامی اداروں کی کارروائی سے بچنے کے لیے ان ہلاکتوں کو قتل قرار دینے سے گریز ا رہتے ہیں۔

امریکا اور اسرائیل کا یہ وتنیرہ رہا ہے کہ اگر کسی دشمن کو پکڑنا اور اس را کتیں تو قتل قرار دینے سے گریز ا رہتے ہیں۔ اس پر مقدمہ چلانا آسان نہ ہو تو قتل کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ دونوں کے پالیسی ساز اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ جو ہاتھ نہ آسکے اسے قتل ہی کر دیا جائے۔ یہ پالیسی بہت سی خرابیوں کا باعث بھی ہے مگر اب تک اس پر عمل جاری

### لیقیہ: کمزور تر مددھائے آہن

وہابی ازم کسی زمانے میں نرم خوئی کا نام تھا۔ ایران میں انقلاب کی آمد کے بعد سعودی عرب کے وہابی ازم نے سخت گیری شروع کی۔ اس کے نتیجے میں مشکلات پیدا ہوئیں۔ ملک میں سخت ترقوں میں کافراً عمل میں لایا گیا۔ اب بہت سے لوگ یہ سوچ کر سکون کا سانس لے رہے ہیں کہ انہیں چھوٹی چھوٹی ہاتوں پر معروف و مذکور کا حکم گرفتار نہیں کر سکے گا۔ محمد بن سلمان نے بہت سی چھوٹی چھوٹی ہاتوں پر ختم کی ہیں، جس کے نتیجے میں لوگوں کو سکون کا سانس لیکے کام موقع ملا ہے۔

مغربی قائدین کو بہر حال یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ محمد بن سلمان نے اب تک جو کچھ کیا ہے، اس کی پشت پر طاقت ہے۔ وہ اپنے پیشتر اقدامات طاقت کے ذریعے نافذ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر وہ قدرے معقول طریقے سے، جمہوری انداز اختیار کرتے ہوئے آگے بڑھتے تو مخالفت اور مراحت کا سامنا کرنا پڑتا۔ مغربی قیادوں کو دیکھنا ہو گا کہ محمد بن سلمان اس راستے پر آگے کیسے بڑھتے ہیں۔ جو کچھ محمد بن سلمان کرنا چاہتے ہیں وہ اگر عوام کی زندگی میں دکھائی نہ دیا تو ان کے چاہنے والوں کو دکھلی ہو گا اور کامل تبدیلی کے واقع نہ ہونے کی قیمت بھی انہی کو ادا کرنا پڑے گی۔ سعودی معاشرے کو کامل تبدیل کرنا انتہائی دشوار عمل ہے۔ ایسا کرنے میں کامیابی کی صورت میں بھی محمد بن سلمان اور ان کے حامیوں کو بہت بچھ جیلن پڑے گا۔

(ترجمہ: محمد ابراهیم خان)  
"Strongmen are weaker than they look". ("Foreign Policy". MARCH 2, 2018)

## تبدیلی تاریخ کی شرمناک کوشش

Rupam Jain and Tom Lasseter

علمی تحقیق میں شامل کرنے کے لیے راہ عمل تجویز کرے گی اور اس نصاب کا حصہ بنالیا جائے گا۔ ہندو قوم پرست اور مودی حکومت کے بعض اہم ارکان اس بات پر مصروف ہیں کہ موجودہ ہندو انسان ہی لوگوں کی نسل ہیں جو ابتداء سے اس ملک میں رہتے تھے۔

مشہور بھارتی تاریخ دان و امیلا تھا پر کا خیال ہے کہ ”یہ سوال بہت اہم ہے کہ اس خطے پر سب سے پہلے کون آباد ہوا؟“ کیونکہ ریاست میں بحیثیت شہری ہندو برتری برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کو ثابت کیا جائے کہ ہندو ہی اس ریاست کے حقیقی وارث ہیں۔ تاہم بھارت کے پہلے وزیر اعظم جواہر لعل نہر و سکول نظام اور ٹکل و برداشت کے حال نظریات کے دائی تھے، ان کا کہنا تھا کہ یہ خیال گراہ کن ہے کہ ہندو شفاقتی دراصل بھارتی شفاقت ہے۔ یہاں یہ حوالہ ضروری ہے کہ بھارتی آئین میں واضح طور پر تحریر ہے، ”ذمہ بکی بنیاد پر کسی شہری سے کوئی امتیاز نہیں بر تاجاے گا، نیز اقلیتوں کو مکمل تحفظ اور آزادی حاصل ہوگی“، اس آئین پر ۱۹۵۰ء میں نہرو نے بھی دستخط کیے تھے۔

کانگریس پارٹی کے معروف رہنمایی تھرور نے اپنے ر عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ”ہندو انہتا پسند دراصل ملک کی تسلیم شدہ تاریخ کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کی یہ کوشش نہ صرف حقائق کے منافی ہے بلکہ بھارت کے بنیادی تشخص کو بدلنے کے مترادف ہے۔“ ششی تھرور کا کہنا ہے، گزشتہ سات دہائیوں سے ہندوستانی مذہبی ہم آنگنی سے رہتے چلے آرہے ہیں۔ ہندوستان میں محض ہندوؤں کی تہذیبی اور شفاقتی برتری کو غائب کرنے کے تباہ اچھے نہیں ہوں گے۔

وزیر شفاقت شرما نے رائٹر کو بتایا کہ کمیٹی کی حقیقی سفارشات کو پارلیمان میں پیش کیا جائے گا اور وزارت افرادی وسائل کو قائل کیا جائے گا کہ ان سفارشات کو اسکولوں کے نصاب کا حصہ بنالیا جائے گا۔ یاد رہے یہ وزارت بھی آر ایں ایس کے وزیر پکاش جاودا کیمر کے ماتحت ہے۔ پکاش نے فخر یہ لجھا ہیں کہ ہم ان سفارشات کو مہنائی سنجدی سے لیں گے، ہماری ملکی تاریخ میں پہلی حکومت ہے جو پوری جرأت کے ساتھ نصاب پر نظر ثانی کا عمل شروع کر چکی ہے۔

(ترجمہ: محمود الحق صدیقی)

"By rewriting history, Hindu nationalists aim to assert their dominance over India".  
(reuters". March 6, 2018)

ہے۔ مرکزی وزیر شفاقت میش شرما نے تصدیق کی کہ کمیٹی جو کام کر رہی ہے، وہ ہمارے ایک بڑے منصوبے کا حصہ ہے، یعنی بھارت کی تاریخ پر نظر ثانی کرنا۔

۲۰۱۳ء میں نزیدر مودی کے بر سر اقتدار آنے کے بعد بھارتی مسلمان مسلسل مذہبی بنیاد پر امتیاز، عدم مساوات اور تشدد کا شکار ہو رہے ہیں۔ جماعت مجلس اتحاد اسلامیں کے سربراہ اسد الدین اولیٰ کا کہنا ہے کہ بھارت کی پوری تاریخ میں مسلمانوں کو اس قدر حقیر نہیں سمجھا گیا، جتنا کہ اس وقت سمجھا رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مودی حکومت چاہتی ہے کہ بھارتی مسلمان اس ملک میں دوسرے درجے کے شہری بن کر رہیں۔ بھارتی وزیر اعظم نزیدر مودی سے بھی درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس پر اپنی رائے کا اظہار کریں لیکن انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

بھارت کی انہتا پسند جماعت آر ایں ایس ایس کا خیال ہے کہ انہی تاریخی اور نظریاتی معاملات کی بنیاد پر ۲۰۱۷ء میں بھارتی جنتا پارٹی نے تاریخی کامیابی حاصل کی تھی۔ آر ایں ایس پوری شدت سے زور دے رہی ہے کہ اکروڑ ۲۰ لاکھ بھارتی مسلمانوں سمیت ملک میں ہنئے والے تمام غیر ہندوؤں کو بہر صورت تسلیم کرنا ہو گا کہ ان کے آباء اجداد ہندو تھے۔

واضح رہے بھارتی وزیر اعظم نزیدر مودی بچپن ہی سے آر ایں ایس کے کرن ہیں۔ وزیر شفاقت میش شرما بھی واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ وہ طویل عرصے سے آر ایں ایس کے وفادار کارکن ہیں۔

آر ایں ایس کے ترجمان منموہن واڈیا نے رائٹر سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں شفاقتی اور نظریاتی تبدیلی کے لیے ہمیں اپنی تاریخ پر نظر ثانی کرنی ہو گی۔ آر ایں ایس کے شعبہ تحقیق و تاریخ کے سربراہ پانڈے نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کی عظمت رفتہ کو بحال کیا جائے اور اس بات کو تسلیم کروایا جائے کہ ہندو تہذیب ایک حقیقت ہے نہ کہ محض فرضی کہانیوں اور افسانوں پر مشتمل روایات۔

وزیر شفاقت شرما نے رائٹر سے گفتگو کرتے ہوئے امید خاہر کی کہ کمیٹی اپنی حقیقی سفارشات کو اسکولوں کے نصاب اور

گزشتہ سال جووری کے پہلے ہفتے میں سینئر دہلی کے ایک پر شکوہ مکان میں بھارتی حکومت کی ایما پر کچھ اسکا لرجع ہوئے، ان کا مقصد تھا کہ بھارت کی تاریخ کو از سر نوتیب دیا جائے۔ رائٹر کو اس کمیٹی کے بعض ارکان کے ساتھ بات چیت اور اس اجلاس کی کارروائی کے مطالعے میں معلوم ہوا کہ اس اجلاس کا مقصد آثارِ قدیمہ، ڈی، این اے اور دیگر حوالوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہزاروں برس قبل اس خطے زمین پر آباد ہونے والے لوگ دراصل ہندو ہی تھے۔ اور اس وقت بھارت میں جو ہندو موجود ہیں، وہ سب انہی کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ کہ ہندوؤں کی مقدس کتاب مخصوصی قصہ کہانیوں پنپیں بلکہ تاریخی حقائق پر مبنی ہے۔

۲۰۱۳ء اسکا لرسوں پر مشتمل کمیٹی کے ارکان اور مودی حکومت کے بعض وزراء گفتگو کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ ایک ارب کروڑ آبادی کے اس کیش امذہ مذاہب ملک کو قطع نظر اس بات سے کہ سیاسی قوت کس کے پاس رہی، ہندو قوم پرست ملک ٹابت کریں۔ وہ یہ حقیقت تسلیم کرنے سے انکاری ہیں کہ بھارت ہمیشہ سے مختلف مذاہب اور نظریات کے پیروکاروں کا ملک رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بھارت کے بنیادی تشخص میں ان کے نظریات اور خواہشات کے مطابق تبدیلی ضروری ہے۔ وہ اس بات پر مصروف ہیں کہ بھارت صرف ہندوؤں کا ملک ہے اور ہندوؤں ہی کے لیے ہے۔ ہندو قوم پرست دراصل اس عمل کے ذریعے ملک کے اس کیش اشناقی بیانیں کو چیلنج کر رہے ہیں جس کے تحت یہ ملک برطانوی راج بلکہ اس سے بھی پہلے مختلف مذاہب کے مانے والوں کا ملک رہا ہے اور وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم نہیں کرنا چاہتے کہ بھارت بڑے بیانے پر مہاجرین، فاتحین اور مذہبی گروہوں کا مرکز تھا۔

اس وقت بھی بھارت میں ۲۲ کروڑ سے زائد غیر ہندو قوم آباد ہیں، جو اس کی آبادی کا ۲۰۱۳ء میں فیصلہ کمیٹی کے سربراہ ”کے این ڈاکٹ“ نے رائٹر کو بتایا کہ ہمیں قدیم بھارت کی تاریخ کے بعض حصوں کو تبدیل کرنے کی ہدایت ملی

سیاسی جگہ بنانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، شیخ عزالدین القشام اور ۱۹۳۰ء کی بغاوت کے دنوں سے بنتگجوں فلسطین کے سیاسی مظہر نے پرچھائے ہیں، فلسطینی اتحاری کا دارالحکومت

رام اللہ اصلاح پندوں کے لیے بہتر جگہ رہا ہے، جیسے اصلاح پندوں میں فیاض اور سفارت کا رصائب عربیقات اس کی مثال ہیں، صائب عربیقات افغانستان میں اہم عہدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دھلان کی طرح بھی شنوار نے بھی ایک مختلف تنظیم میں تربیت حاصل کی اور اعلیٰ عہدے پر پہنچے، دنوں نے خان یونس کے پناہ گزین کمپ میں غربت میں پروش پائی، پھر غزہ اسلامک یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی، یونیورسٹی میں دنوں کے درمیان طلبہ یونیکی قیادت حاصل کرنے کے لیے مقابلہ بھی ہوا، جس کے بعد ایک افغان کا جنگجو بنا اور دوسرا حماہ کا جنگجو، دنوں کو ہی غزہ نے بنا لیا اور دنوں ہی امریکی پالیسیوں کی پیداوار ہیں۔ فلسطینی قوم پرستی میں جان اتفاقہ کی پہلی تحریک کے بعد پڑی اور اسرائیل کے خلاف فلسطینی جدوجہد کو جائز بھی تسلیم کیا گیا۔ بھیجی نے ۷ ابریس اسرائیلی جیل میں گزارے ہیں، وہاں انہوں نے عبرانی بولنا بھی سمجھی، جیل میں ان کو دھلان پسند تھے، دنوں نے اسرائیل سے بھگڑی اور مذاکرات بھی کیے، پھر دنوں ایک دوسرے کے ساتھ مذاکرات کیوں نہیں کرتے، خاص کرایے حالات میں جب حماس اور محمود عباس کے درمیان قابل عمل معاہدے کا امکان ظفر نہیں آتا۔ مارچ کی ۵ تاریخ کو فوج کی انقلابی کوشش کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے محمود عباس نے سینیٹ طور پر شکایت کی کہ ”ہمیں نہیں پتا کہ حماس مصالحت چاہتی ہے یا ایران مصالحت چاہتا ہے، نہیں معلوم ہے حماس فلسطینی اتحاری کا حصہ بننا چاہتی ہے یا اس کی سربراہی چاہتی ہے، کہہ نہیں سکتا کہ حماس مصالحت چاہتی ہے یا ہمیں صرف اپنے اپنی ایم کی طرح استعمال کرنا چاہتی ہے“۔ محمود عباس کے بے چک جواب نے حماس اور دھلان کے درمیان مصالحت کے مشکل کام کا امکان پیدا کر دیا ہے، محمود عباس سے معاہدہ ہو یا نہ ہو، حماس کا مقصد ہے اپنی سلامتی اجاہداری پر سمجھوتے کیے بغیر کسی طرح محاصرہ ختم کرنا ہے، دھلان کی خواہش ہے کہ تاہرہ اور جنگی مالک سے تعلقات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے غزہ پر دوبارہ کنٹرول حاصل کیا جائے، جس کے ذریعے فلسطین کے مستقبل میں اہم کردار حاصل کیا جاسکے۔ اس اعلیٰ ہانیہ کے سابق مشیر احمد یوسف کا حال ہی میں کہنا تھا کہ ”دھلان اس قوم کا حصہ ہیں، اور وہ باقی صفحہ نمبر ۹

## فلسطین کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ

Geoffrey Aronson

دھائیوں سے سمجھوتے کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں، اس حوالے سے آخری کوشش مصر کی گدرانی میں اکتوبر کا ۲۰۰۶ء میں کی گئی، ان مذاکرات میں عملی اقدام نہ ہونے کے باہر رہے اور نیم دلی سے کوشش کی گئی، فلیقین مشترک پروگرام پر اتفاق کرنے میں ناکام رہے، بہر حال کچھ لوگوں کے نزدیک حماس کی جانب سے اقوام متحده، یورپ، روس اور امریکا کے بجائے اصولوں کو تسلیم کر لینا بڑی کامیابی ہے۔ یہ صول ۲۰۰۶ء میں حماس کی انتخابی فتح کے بعد بنائے گئے تھے۔ ۲۰۰۴ء میں غزہ سے نکالے جانے کے بعد محمد دھلان کو عباس اور افغان کی اکثریت نے نظر انداز کر دیا، محمد دھلان غزہ کی سکیورٹی کے انتشارج نتھے، ان کو حماس نے غزہ چھوڑنے پر مجبود کر دیا تھا۔ حماس نے غزہ میں ہر ایک کو اسلحہ رکھنے کا حق دیا، اس دوران محمد دھلان غزہ میں اپنے حمایتیوں کو منظم کرنے کی صلاحیت سے محروم رہے۔ رام اللہ میں دھلان کی موجودگی محمود عباس کو غزہ کے کھو جانے کی یادِ دلاتی رہتی ہے، اس سے افغان کے نوجوان بنتگجوں میں تبدیلی کی شدید خواہش کا اظہار بھی ہوتا ہے، فلسطین میں اپنی سیاست کے خاتمے کے بعد محمد دھلان نے اپنے پرانے تعلقات استعمال کرتے ہوئے کاروبار کا آغاز کر دیا، محمد دھلان نے ابوظہبی کے ولی عہد شہزادہ محمد بن زید کے سلامتی کے مشیر کی حیثیت سے اور تاجر کے طور پر زبردست صلاحیت کا مظاہرہ کیا، خان یونس کے پناہ گزین کمپ سے زندگی کا آغاز کرنے والے محمد دھلان نے جاری ڈبلیویش کے واثق ہاؤس سے مذاکرات بھی کیے، گزشتہ دہائی میں دھلان نے عربوں کی اعلیٰ ترین سیاسی اور تجارتی تنظیموں میں فعال کردار ادا کیا اور اپنی حیثیت کو دوبارہ بحال کر لیا، دوبارہ اہم حیثیت حاصل ہونے کی وجہ سے افغان اور محمود عباس نے دھلان سے دوری اختیار کر لی۔ جب سے حماس نے غزہ کا انتظام سنبھالا ہے علاقے کی قسمت میں غربت لکھ دی گئی ہے، افغان غزہ میں غربت ختم کرنے اور مغربی کنارے ویرشم میں اسرائیلی قبضہ اور یہودی آباد کاری روکنے میں ناکام رہی ہے، جس کی وجہ سے افغان بہت تیزی کے ساتھ محدود داور بہادر ہوتی ہے۔ ۲۰۰۶ء کے علاقے پر مشتمل ہے، جو کہ مختلف نسلوں ایسا سکواڑ میں کے علاقے پر مشتمل ہے، جو کہ مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے ۱۸۰۰۰ کا گھر ہے، جو کہ غزہ کا کنٹرول تک رہنے کے قابل نہیں رہے گا۔ غزہ پر حکمرانی کرنے والے اپنی تمام تر ناکامیوں کے باوجود غزہ اور مستقبل کے فلسطین میں

فلسطینی، صدر ٹرمپ کے فیصلوں کی شدید مخالفت کر رہے ہیں، مگر اندر وطنی تقسیم و سیاست کی وجہ سے فلسطینیوں کی مخالفت کے اثرات نہ ہونے کی برابر ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں یا سر عرفات کی موت کے بعد سے فلسطینی قومی تقسیم کا شکار ہے، اس تقسیم نے باہر کے لوگوں کو اپنے ایجنسیز کے تحت فلسطینیوں میں معاملات کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ یا سر عرفات کی قیادت میں فلسطینیوں کا کردار کمزور تھا مگر نہیں نے اسرائیل کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے، اس کو یا سر عرفات ”فیصلہ سازی کی فلسطینی خود مختاری“ کہا کرتے تھے۔ یا سر عرفات نے فلسطینیوں کے بنیادی مفادات پر سمجھوتا کیے بغیر رہاست حاصل کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ آزادانہ طرز عمل نے ہی ان کو رہنمای کا دیج دیا۔ آج عرفات کے وارث پی ایل او کے سربراہ محمود عباس، حماس کے نئے رہنمای بھی شنوار اور اسماعیل ہانیہ، اور سب سے اہم فتح کے سابق سکیورٹی چیف محمد دھلان شامل ہیں، یہ سب لوگ یا سر عرفات کی جگہ لینے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔

یہ کہنا کہ حماس قیادت اور دھلان کے درمیان کوئی دشمنی نہیں غلط ہوگا، دنوں کے درمیان کشیدگی کے بعد اپنے میں انتباہ تھی جس کا نتیجہ مختصر جنگ کی صورت میں نکلا تھا۔ اس جنگ کے نتیجے میں عباس کی فلسطینی اتحاری کی فوج کو غزہ چھوڑ نا پڑا، اس فوج کی قیادت دھلان کر رہے تھے۔ فلسطینی مقتدہ کی فوج تا حال غزہ واپس نہیں آسکی ہے، واشگٹن کی نئی خارجہ پالیسی اور فلسطین کو لاحق خطرات میں تاریخی اضافے کے بعد ملکی مفاد کے مطابق ایجنسیاً تشکیل دینے کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے، اس کے باوجود فلسطینیوں کے درمیان دشمنی میں اضافے کا امکان زیادہ ہے۔ تین فریقوں کے درمیان ”سب کی جیت“، جیسا حال تلاش کرنا بھی مشکل ہے، سب غزہ کا کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اقوام متحده کے مطابق غزہ ۱۲۰۰۰ اسکواڑ میں کے علاقے پر مشتمل ہے، جو کہ مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے ۱۸۰۰۰ کا گھر ہے، جو کہ مختلف نسلوں کے تک رہنے کے قابل نہیں رہے گا۔ غزہ پر حکمرانی کرنے والے کو اس خطرے سے بھی نہیں ہو گا، حماس اور پی ایل اور تین

قتل کر دیا گیا۔ صرف شیخ حسینہ اور ان کی جھوٹی بہن شیخ ریحانہ ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے بچ گئیں۔ وزیر اعظم نے جدو جہد آزادی میں حصہ لینے والے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں، پشمول سرکاری ملازمین میں کو خراج قسمیں پیش کیا۔

حسینہ واجد نے کہا کہ ”سرکاری ملازمین کی ایک بڑی تعداد شیخ مجیب کے ساتھ تھی۔ انہوں نے خفیہ طور پر شیخ مجیب کے ساتھ تعاون کیا، وہ مختلف مقامات پر شیخ مجیب سے ملا کرتے تھے، اس کے علاوہ شیخ مجیب بھی ان سے ملنے کے لیے کشتمی سے سفر کیا کرتے تھے۔“ انہوں نے بتایا کہ کس طرح پاکستان کی خفیہ ایجنٹی کے بھگاں ملازمین غلط روپ بنانے کر دیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے پاکستانی خفیہ ایجنٹی ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں عوامی لیگ کی فتح کا اندازہ ہی نہ لگا سکی۔

حسینہ واجد کا کہنا تھا کہ اسی وقت ذوالفتار علی بھٹونے اپنی چال چنان شروع کر دی۔ ایک رفعہ بگلا بدھو نے بھٹو سے کہا تھا کہ ”اوگ تھیں کٹھ پتی کی طرح استعمال کریں گے۔ اگر یہ لوگ مجھے قتل کر دیتے ہیں تو چھوڑیں گے یہ تھیں بھی نہیں۔“ بگلا بدھو کی وجہ سے اس بعد میں صحیح ثابت ہوئی۔ بگلا بدھو کے قتل کے بعد ۱۹۷۷ء میں پاکستان پبلیز پارٹی کے رہنماء بھٹو کو فوجی بغاوت کے نتیجے میں وزارت عظمی سے ہٹا دیا گیا اور دوسال بعد فوجی عدالت کے ذریعے انہیں سزاۓ موتد دے دی گئی۔ بکالی خفیہ ایجنٹوں کے بارے میں حسینہ کا کہنا تھا کہ ”ان میں سے بہت سے ایجنت ابو (شیخ مجیب) اور ای (شیخ فضیلت النساء) سے خفیہ طور پر ملقاتیں کیا کرتے تھے اور ان کی دی گئی ہدایات کے مطابق روپس تیا کرتے تھے۔“

”انہوں نے کبھی روپرٹ میں اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ عوامی لیگ اکثریت حاصل کرے گی۔ وہ ہمیشہ یہ روپرٹ لکھتے تھے کہ ۲۰ جماعتیں اکثریت حاصل کریں گی۔ اس طریقے سے ان لوگوں نے ہمارے ساتھ تعاون کیا۔

عوامی لیگ نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بھاری اکثریت حاصل کی، لیکن پاکستان کے صدر بھی خان اسمبلی کا اجلاس بلا کر شیخ مجیب کو حکومت بنانے کا موقع دینے کے بجائے مستقل تاختیر کر رہے تھے۔ ان حالات میں بگلا بدھو نے ۲۵ مارچ کی تقریب میں آزادی کی تحریک چلانے کا اعلان کیا اور اس کے ساتھ ہی ۲۵ مارچ کو پاکستانی فوج نے آپریشن کا آغاز کر دیا۔

اس اہم دن کا تذکرہ کرتے ہوئے حسینہ واجد نے کہا ”ایک موڑ سائکل سوار ایک سلپ لے کر آیا جس میں کنٹونمنٹ میں کام کرنے والے ایک باورچی کی طرف سے

## ”شیخ مجیب اگر تلمہ گئے تھے!“

اگر تلمہ گئے تھے اور ان کے وہاں جانے کا مقصد اس (جدو جہد آزادی) کی تیاری تھا۔

**Sumon Mahbub**

”بگالیوں کی منصوبہ بندی کا پتا چلانے کے بعد پاکستانی حکومت نے ۱۹۶۸ء میں اگر تلمہ سازش کیس کا آغاز کیا، جس کے تحت بگلا بدھو اور ان کے ۳۲ ساتھیوں پر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی منصوبہ بندی کے جھوٹے الزامات لگائے گئے۔“ لیکن شدید احتجاج کے نتیجے میں حکومت کو الگ ہی برس یہ کیس اپس لوئے تو انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے ان واقعات کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی خفیہ ایجنٹیوں کے ہلاکار پانچ دن تک ان کو تلاش کرتے رہے۔ انہوں نے ہم سے بار بار پوچھ گچھ کے ذریعے بھی ان کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ ڈھا کا یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے استاد پروفیسر منتصر مامون اپنی کتاب ”بگلا بدھو نے ہمیں کیسے آزادی دلائی“ میں مجیب کے بغاوت کے منصوبے کے بارے میں لکھا ہے۔

وہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ ”بھارت کی مدد کے بغیر یہ منصوبہ قبل عمل نہیں تھا اور نہرو نے اس منصوبے کی مخالفت نہیں کی تھی، لیکن ان کا کہنا تھا کہ اس کام میں جلدی نہ کی جائے۔“

۱۹۶۸ء میں جب بگلا دیش اپنی آزادی کی جنگ اٹھ رہا تھا تو نہرو کی بیٹی اندر اگاندھی وزیر اعظم تھی انہوں نے نہ صرف بگلا دیش کا ساتھ دیا بلکہ مختلف طریقوں سے مدد بھی کی۔ بھارت نے بگلا دیش کے ہزاروں مہاجرین کو پناہ دی۔ جنگ کے دوران بگلا دیش کی نگران حکومت کا مرکز کو لکھتی تھا۔ دسمبر کے پہلے ہفتے میں ہی بھارتی فوج بگلا دیش کی فوج کے ساتھ مل گئی تھی۔ بھارتی فوج کے ہزاروں جوانوں نے بگلا دیش کی آزادی کا اعلان تھا، گزشتہ برس UNESCO نے اس تقریب کو ”میوری آف دی ولڈ“ رجسٹر میں شامل کر کے دنیا کی تاریخ کا حصہ بنادیا ہے۔ اور اسے ”دستاویزی ورثہ“ میں شامل کر کے اس کی اہمیت کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کی رات پاکستانی فوج نے غیر مسلح بگالیوں پر گولیاں برسائیں۔ اگلی صبح ہی شیخ مجیب نے بگلا دیش کی آزادی کا اعلان کر دیا، اس دن سے شروع ہونے والی آزادی کی یہ جدو جہد ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستانی فوج کے ہتھیاروں نے پرانے اختتام کو پہنچی۔ اب بگلا دیش چاہتا ہے کہ اقوام متحدہ ۲۵ مارچ کو ”دنیل کشی“، کام عالمی دن قرار دے۔ بگلا بدھو کی بڑی بیٹی شیخ حسینہ (موجودہ وزیر اعظم) نے جدو جہد آزادی کے ان واقعات کا تذکرہ جمع کو ڈھا کا میں شیخ ہوں اور اس خاندان کے اب مجھ سمتی صرف دلوگ ہی زندہ ہیں۔ ہم سے زیادہ ان واقعات سے کوئی واقعیت نہیں رکھتا۔“ ۱۵ اگست ۱۹۷۵ء بگلا بدھو اور ان کے خاندان کے تمام لوگوں کو پروگرام میں کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”ہاں ۱۹۶۲ء میں بگلا بدھو

پیغام تھا ”پاکستانی ہم پر رات ایک بجے حملہ کریں گے، لیکن انھوں نے رات گیارہ بجے ہی حملہ کر دیا۔“

بگلا بدھو جانتے تھے کیا کرنا ہے۔۔۔

ے مارچ کی تقریر کے حوالے سے انھوں نے چھاتروں کے رہنماءں ارجمند خان کی سرگرمیوں کا ذکر بھی کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”ہمارے چند طالب علم رہنماؤں کو اعلان کرنے کا چاہ رہے تھے کہے مارچ کو ہی آزادی کا اعلان کر دیں۔ وہ کہا کرتے تھے ”آپ (شیخ مجیب) کو آج آزادی اعلان کر دینا چاہیے تھا، ورنہ لوگ مایوس ہو جائیں گے۔“

ابانے ان لوگوں کو جواب میں صرف ایک بات کہی ”سراج مجھے معلوم ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ تم لوگ صرف تیاری کرو، باقی جو بھی کرنا ہے وہ میں دیکھ لوں گا۔“

وزیر اعظم نے کہا کہ اگر بگلا بدھو مارچ کی تقریر میں آزادی کا اعلان کر دیتے تو دنیا بھر کے سفارتی ذرائع میں اخیس باغی یا علیحدگی پسند قرار دے دیا جاتا۔

مجھے نہیں معلوم کہ سراج ایسا کیوں کہہ رہا تھا، اس کی تجویز ٹھیک نہیں تھی۔ پاکستانی ہموں سے لیں ہیلی کا پڑتیار کھڑے تھے۔ اگر بگلا بدھو آزادی کا اعلان کر دیتے تو پاکستانی بمباری شروع کر دیتے۔ پاکستانی فوجی بالکل اسی طرح قتل عام کرتے جس طرح جیلیاں والا باغ میں انگریزوں نے کیا تھا۔ تاکہ کوئی تحریک نہ چل سکے۔

شیخ حسینہ کا کہنا تھا کہ میں اس جلسے سے واپسی میں سراج سے ملی۔ جب میں سیرھیاں چڑھتی تھی تو میں نے دیکھا کہ سراج سمیت کچھ طالب علم رہنماؤں موجود ہیں۔ سراج وہاں گفتگو کر رہے تھے کہ ”جناب یہ آپ نے کیا کر دیا؟ آزادی کا اعلان کیوں نہ کیا، لوگ مایوس ہو کر گھروں کو لوٹے ہیں۔“ مجھے اس بات پر غصہ آگیا، میں نے اس سے کہا کہ تم جھوٹ بول رہے

”معارف فیچر“ حاصل کرنے کے خواہشمند خواتین و حضرات اور اداروں سے گزارش ہے کہ اپنے نام اور پتے کے ساتھ (رضا کارانہ طور پر) / ۵۰۰ روپے کا ڈاک ٹکٹ یا کراچی کے کسی بینک کا اتنی مالیت کا چیک ”اسلامک ریسرچ آئیڈی کراچی“ کے نام ارسال کریں۔ آپ کا بینک بیرون کراچی ہو تو پھر بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر بھیجیں۔ زیر دیداری موصول ہو جانے کے بعد آپ کے دیے ہوئے پتے پر ”معارف فیچر“ کی ترسیل شروع ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ!

تقریر کے بارے میں بہت سی تجاویز دی تھیں اور تقریر کے بعد بھی اس پر بہت سی باتیں بنائی تھیں۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد کی سیاسی صورت حال نے سب واضح کر دیا کہ ان لوگوں کے عزم کیا تھے اور وہ کس قسم کی سازشوں میں ملوث تھے۔

(ترجمہ: حافظ محمد نیون)  
"Bangabandhu returned home after getting no response from Nehru in 1962: Hasina". ("bdnews24.com". March 10, 2018)

## چین اور بھارت کا تقابلی جائزہ

### عمر بن فاطمہ

ماہی میں بھارت اور چین کے مابین تواتر سے کئی معاملات میں اختلاف رائے رہا ہے۔ ان ممالک کے درمیان ایک خلیج حائل ہے اور اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی ایک وجہ بھارت میں چین کی صلاحیتوں کے بارے میں معلومات کی کمی ہونا بھی ہے۔ اسی ذیل میں ہم چین اور بھارت کا ایک تقابلی جائزہ قائم کے مطابق کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

چین	بھارت	
۹۲،۹۶۰ مرلیون کلومیٹر	۳۲،۷۸،۳۶۹ مرلیون کلومیٹر	رقبہ
۱۲،۵۰۰ کلومیٹر	۷،۵۱۲ کلومیٹر	ساحلی علاقہ
۱.۳ ملین	۱.۳۲ ملین	آبادی
کیک جماعتی غیر جمہوری نظام	جمهوری پارلیمانی نظام	حکومتی نظام
۱۱ بلین ڈالر	۲،۲۵۶ بلین ڈالر	مکی خام پیداوار (بجی ڈی پی)
۱۵،۳۹۹ ڈالر	۶۱۶ ڈالر	فی کس بجی ڈی پی
۸،۸۰۶ ڈالر	۱،۷۲۳ ڈالر	فی کس آمدنی
۷.۷ برس	۶۹.۰۹ برس	متوقع اوسط عمر
۹۱.۶ فیصد	۷۲.۰۳ فیصد	شرح خواندنگی
۲۳،۰۰،۰۰۰ سپاہی	۱۲،۰۰،۰۰۰ سپاہی	افواج
۲،۵۶۰ بلین ڈالر	۳۲۳ بلین ڈالر	برآمدات
۲۱۳۸ بلین ڈالر	۵۱۶ بلین ڈالر	درآمدات
۱۳۰ بڑی، ۲۰۰۰ درمیانی	۱۲ بڑی، ۲۰۰ چھوٹی	بندرگاہیں
۲۰۰ سے زائد	۱۲۶	ائی پورٹ
۱۲۰۰۰ کلومیٹر	۱۱۹۴۳۰ کلومیٹر	ریلوے نیٹ ورک
۳	۳	ملک چھوٹنے والے شہری (فی دس ہزار)
۳۶ فیصد	۷۰ فیصد	حکومتی فرضہ
۱۰.۵ فیصد	۹.۸ فیصد	برروزگاری کی شرح
۸۱.۶	۱.۳	تیز رفتار اشتہنیٹ کی رسائی (فی صد شہری)
۷.۳۳ بلین ڈالر	۱.۶۹ بلین ڈالر	افرقیا میں سرمایہ کاری

(حوالہ: ”ڈی ڈی ملیونز کام“، ۲۰۲۶ء۔)

## امریکا سعودی عرب کی ایمنی ہتھیار حاصل کرنے میں مدد کرے گا؟

چاہیے۔ سعودی عرب کی جو ہری سہولیات کا اچانک معائشو کرنے کا حق بھی حاصل ہونا چاہیے، جیسا کہ ایران کے معاملے میں یہ حق حاصل ہے۔ جو ہری ہتھیاروں کے حوالے سے صدر ڈرمپ کا بدلہ رویہ ایٹھی عدم پھیلاوے کے حوالے سے کا نگریں کی ذمہ داریوں پر اثر انداز ہوا ہے، پر وہ نہ صرف سعودی عرب، بلکہ ترکی، مصر اور دیگر ممالک کو بھی جو ہری طاقت بنا سکتا ہے۔ کا نگریں ارکان کوان قوانین کے تحفظ کی ضرورت ہے، تاکہ بہت سارے ممالک ایمنی ہتھیار تیار کرنے کے قرب نہ پہنچ جائیں۔

(ترجمہ: سید طاولت اختر)  
"Will the U.S. Help the Saudis Get a Nuclear Weapon?" ("Newyork Times". Feb.25, 2018)

### باقیہ: فلسطین کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ

فلسطین کی سیاست میں موجود ہنے کے لیے بخت جدوجہد کر رہے ہیں، شاید وہ ایک نئی جماعت تشكیل دینے کا فیصلہ کریں، مغربی کنارے میں موجود قیادت اور الفتح کے ساتھ معاملات خراب کیے بغیر دحلان کے ساتھ تعاون کرنا جس کے مقاد میں ہوگا، اگرچہ دحلان جماں کے خلاف ہیں اور موجودہ حالات میں الفتح سے دور ہیں، غزہ کا انتظام چلانے کے لیے تمام اختلافات ایک طرف رکھ کر جماں دحلان کے ساتھ قوی شرکت داری قائم کرنے کی طرف بڑھ رہی ہے۔

ان تباہیات کی وجہ سے فلسطین مستقبل کو پہنچنے والا اقصان سب سے اہم غرض ہے، یہ تصور کرنا کہ جماں اور الفتح فلسطین کے مستقبل کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں یادوں ہجاعتیں اپنے فیصلے کرنے میں آزاد ہیں غلط ہوگا۔ اسرائیل کے سابق وزیر اعظم ایریل شیروں محمود عباس کو مذاق میں "بغیر سر کے مرغاء" کہہ کر پکارتے تھے، عرفات کی جگہ لینے کے بعد سے عباس نے انتہائی بخت حالات میں بھی پانی میں ساکت کھڑے رہنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا، جس کے نتیجے میں غزہ اور مغربی کنارے میں فلسطینی ریاست کے قیام کے لیے حالات انتہائی ناسازگار ہو گئے۔ جماں نے غزہ پر حکومت قائم کر لی اور اسرائیل کے ساتھ جعلی اور تنخ تھاکت پر مبنی عسکری توازن قائم کیا، اس دوران طائق روتلوں نے غزہ کا اقتصادی محاصہ ختم کرانے کا کوئی اشارہ بھی نہ دیا، اس محاصرے سے فلسطینی نوجوانوں میں اشتغال نے جنم لی، دحلان میز پر جگہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ مگر انہیں الفتح کے ساتھ رہتے ہوئے یا الگ ہو کر کسی جگہ کو اپنایا سی مرکز بنانا ہو گا، اگر دحلان سفارت کار سے بڑھ کر کوئی کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے سیاسی طاقت حاصل کرنا ہوگی۔

(ترجمہ: سید طاولت اختر)  
"The way forward for Palestine: Fatah, Hamas and Dahlan". ("mei.edu". March 9, 2018)

کوروس ہیجن، فرانس اور جنوبی کوریا سے خریداری پر مجبور کر سکتا ہے۔ یہ مالک جو ہری عدم پھیلاوے کے حوالے سے کوئی شراط بھی نہیں لگائیں گے، ویسے بھی امریکی جو ہری صنعت قریب المرگ ہے اور کسی بڑے منافع پختش کام کی تلاش میں ہے۔ امریکی کپنیاں ایک کنسورٹیم پر تبادلہ خیال کر رہی ہیں، جو کئی ارب ڈالر کے منصوبے کی بولی دے سکے، تاہم معاهدے میں سخت پابندیاں شامل کرنے میں ناکامی سے سعودیوں کو بخوبی ایسا خلطے میں اسرائیل کے بعد ایمنی ہتھیار کھنے والا دوسرا ملک بننا پاہتے ہیں، بلکہ ان کا اصرار ہے کہ ری ایکٹر کو صرف بخیل پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا، تاکہ وہ اپنے تیل کے ذخائر کو بیرون ملک فروخت کر کے آدمی میں اضافہ کر سکیں۔ پھر بھی اس طرح کی کئی علامات موجود ہیں کہ سعودی اپنے رواتی حریف ایران کے خلاف دفاع کے لیے ایمنی ہتھیار بنانے کا اختیار چاہتے ہیں۔ ایران ۲۰۱۵ء کی شراطیں شامل ہوئی ہیں۔

معاهدے سے قبل ایک مضبوط ایمنی پروگرام رکھتا تھا۔ اب اماں جو ہری مواد کو ایمنی دھا کے کے لیے استعمال نہ کرنے کی ضمانت دیا ہوئی ہے۔ امریکا کی اجازت کے بغیر نیکنا لو جی اور معلومات کسی تیرے ملک کو فریمہ نہیں کی جاسکتی اور معاهدے کرنے والا ملک یورپیں کی افروادی اور پلوٹو شیم کو ری پرسنگ نہیں کر سکتا۔ لیکن سعودی حکام کا اصرار ہے کہ جو ہری عدم پھیلاوے کے معاهدے کے تحت انہیں یورپیں کی افروادی اور پلوٹو شیم کو ری پرسنگ کرنے کی اجازت دی جائے۔ جبکہ ان نیکنا لو جیز تک صرف اسٹمپ بنانے کا ارادہ نہ رکھے والے ممالک کو ہی رسائی دی جاتی ہے۔ اگری اختلافات مذاکرات کو ناکام بنا دیتے ہیں تو امریکا سعودی عرب پر جو ہری عدم پھیلاوے، نیکلیٹر سیکیورٹی اور سیفی کو نافذ کرنے کا موقع کھو دے گا۔ اس لیے معیاری معاهدہ کرنے میں ناکامی کی صورت میں امریکا کے سبق جو ہری مذاکرات کا "ربرٹ این" کی جانب سے اس معاملے میں سمجھوتہ کرنے کی تجویز اہمیت رکھتی ہے۔ اس صورت میں سعودی عرب پر جو ہری عدم پھیلاوے اور پلوٹو شیم کو قبول کر لیے جائے تو اسکے مذاکرات کو تسلیم کروانے کے لیے زبردست کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ڈرمپ دیل دے سکتے ہیں کہ سعودی عرب کے لیے یہ وون ملک سے افروادہ اینڈھن حاصل کرنے ملک میں اینڈھن تیار کرنے سے ستا پڑے گا۔

ایسا کوئی بھی معاهدہ سعودی عرب اور امریکا کے تعلقات کو مزید مضبوط کر دے گا۔ ویسے بھی امریکا نے سعودی کی دشمنوں معاهدہ کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مذاکرات کے آغاز سے حفاظت کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اسکے بعد اگر انتظامیہ سے قبل سوال یہ ہے کہ ڈرمپ انتظامیہ کی حدود اور شراط ایکا ہوں گی جو سعودیوں کو بھی قبول ہوں، سخت شراط پر اصرار سعودی عرب

# ہاتھی کے دانت۔۔۔!

ڈاکٹر عاصم اللہ بخش

بڑی وجہ ہے، (دیگر بھی کم اہم نہیں، ان کا تذکرہ آگے) جو اس وقت برطانیہ اور روس کے مابین جاری ہے۔ روس ان ایجنسیں کو ڈبل ایجنت اور مافیا کے ارکان کہتا ہے۔ دوسری

جانب برطانیہ ان تمام افراد کو خوشی اپنے ملک میں پناہ دیے ہوئے ہے۔ دراصل ان میں ایسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو سویت یونین نے ۱۹۴۷ء اور ۸۰ کی دہائی میں تیار کیے ہیں اور اس کی فیکٹری و سٹلی روس کے شہر ”شیخنی“ میں واقع ہے۔ نو و چوک کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ دیگر میسر اعصاب شکن کیمیکل بشوول Sarin اور VX سے پانچ سے آٹھ گنازیاہ مہلک اور سریع الاثر ہے۔ چونکہ یہ کیمیکل صرف روس میں مہلک ہے اور حملہ بھی روی جاؤں پر ہوا جو بھگوڑا ہو کر دستیاب ہے اور حملہ بھی روی جاؤں پر ہوا جو بھگوڑا ہو کر برطانیہ میں آباد ہے، اس لیے یہ حملہ روی جاؤں پر ہے۔ اس طرزِ عمل میں جیرانی کی بات نہیں کیونکہ یہ قریب ویسا ہی طریقہ واقعات اور ان کے گرد اسرار کے دیزیز سائے دیکھ کر ہے، میں آتے ہیں۔

ہتھیاروں کی اس قسم سے تعلق رکھتا ہے، جو ”نو و چوک“ کے نام سے سویت یونین نے ۱۹۴۷ء اور ۸۰ کی دہائی میں تیار کیے ہیں۔ یہ کیمیکل پوری دنیا میں صرف روس میں تیار کیے جاتے ہیں اور اس کی فیکٹری و سٹلی روس کے شہر ”شیخنی“ میں واقع ہے۔ نو و چوک کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ دیگر میسر اعصاب شکن کیمیکل بشوول Sarin اور VX سے پانچ سے آٹھ گنازیاہ مہلک اور سریع الاثر ہے۔ چونکہ یہ کیمیکل صرف روس میں مہلک ہے اور حملہ بھی روی جاؤں پر ہوا جو بھگوڑا ہو کر برطانیہ میں آباد ہے، اس لیے یہ حملہ روی جاؤں پر ہے۔ اس طرزِ عمل میں جیرانی کی بات نہیں کیونکہ یہ قریب ویسا ہی طریقہ کار ہے جو ماضی میں ہم افغانستان اور عراق وغیرہ کے حوالے سے بھی سننے آئے ہیں۔

حقیقی زندگی کسی بھی داستان ہو شہربا سے بڑھ کر دلچسپ و حیرت انگیز ہے۔ ”جنیز بانڈ“ کسی خیالی دنیا کا نام نہیں۔ سازشی تھیوریاں محض تھیوریاں نہیں ہوتیں، یہ وہ سوچ سمجھے منصوبے ہوتے ہیں، جو انہی تکمیل کو نہیں پہنچے۔ جب تکمیل ہو چکیں تو یہ سفارتی لفت میں ”حکمت علمی“ کے نام سے جگہ پاتے ہیں۔ یہ سب وہ تاثرات ہیں جو گزشتہ ہفتہ عشرہ کے دوران عالمی سطح پر قوع پذیر ہونے والے چند واقعات اور ان کے گرد اسرار کے دیزیز سائے دیکھ کر ہیں، میں آتے ہیں۔

۱۲ مارچ، بروز بڑھ برطانوی وزیر اعظم نے دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ان کی حکومت روی ”جاریت“ کے جواب میں فوری طور پر ۲۳ روی سفارت کاروں کو ناپسندیدہ قرار دے کر ملک بدری کے احکامات جاری کر رہی ہے۔ انہیں ایک بھفت کے اندر برطانیہ چھوڑنا ہو گا۔ اس پیش رفت کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۲ مارچ کو برطانوی شہر سالبری میں ایک سابق روی سرگامی سکرپل اور ان کی جوان سال صاحزادی یویا سکرپل پر مبینہ طور پر اعصاب شکن کیمیکل سے قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ یہ واقعہ ایک عوامی مقام پر ہوا اور اس کے نتیجے میں آس پاس موجود دیگر عالم شہری بھی شدید متاثر ہوئے۔

برطانیہ کا موقف ہے کہ ایک بین الاقوامی طریقہ اس طرح اس کی سرزی میں پر ”کیمیائی حملہ“، حکلم کھلا جاریت کے متراود ہے اور وہ اس پر چھپ نہیں بیٹھ سکتا۔ برطانوی حکام کا کہنا ہے کہ یہ پہلا واقعہ نہیں ہے، اسی نوعیت کے ۱۲ سے ۲۰۰۶ء کے واقعات اس سے قبل بھی ہو چکے ہیں جن میں مختلف طریقوں سے لوگوں کو ہدف بنا یا گیا۔ ان میں ایک مشہور واقعہ ۲۰۰۶ء کا ہے جب ایک نذر لیتوانیا کی ایک اور ”سابق“ روی جاؤں پر اسرار حالات میں مارا گیا۔

لف کی بات یہ ہے کہ اس وقت تک برطانیہ کے پاس روس کے ملوث ہونے کا کوئی ٹھوں شوٹ موجود نہیں۔ برطانوی ماہرین کا کہنا ہے کہ سرگامی سکرپل پر حملہ میں استعمال ہونے والا کیمیکل، جسے A-234 کہا جا رہا ہے، دراصل کیمیائی

تاءہم روس کے ساتھ کشاں کی چند سیاسی وجوہات بھی ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ جس طرح اسے ”روس بمقابلہ یورپ میں اہم ترین امریکی اتحادی چیقاتش“ کا نام دے رہے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ محض برطانیہ کا نہیں بلکہ یورپین اور ٹرانس اٹلانٹک سطح کا ہے۔ ۱۵ مارچ کو برطانیہ، فرانس، جرمنی اور امریکا کا مشترکہ بیان جس میں روس کی نہ ملت کی گئی تھی، اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ برطانیہ کو تہائی سمجھا جائے۔ یورپین یونین سے الگ ہو جانے کے باوجود یورپ کی سطح پر بھی برطانیہ کیلائیں، اور سب بڑھ کر یہ کہ ”نیو“ اتحاد تو بہر حال موجود ہے ہی۔ کرامبا اور یوکرین میں روی پیش قدمی کو نہ رک پانے کے بعد اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیٹونے یہ طے کر لیا ہے کہ شام میں روس پر مزید نعال رہنے سے باز رہنے، بلکہ پسپا ہو جانے کے لیے

# علم۔ ماہیت اور ذرائع

## علم کا موضوع

جو سوالات علم کے سلسلے میں پیدا ہوتے ہیں اُن میں سے ایک سوال یہ ہے کہ علم کس چیز کے بارے میں؟ انسان جب سوچنا شروع کرتا ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو دیکھتا ہے، اپنے بارے میں وہ علم چاہتا ہے، یعنی میں کیا ہوں؟ میں کہاں سے آیا؟ کہاں جاؤں گا؟ پیدائش سے پہلے کہاں تھا؟ موت کے بعد کہاں ہوں گا؟ پھر فرد سے آگے بڑھ کر وہ سارے انسانوں کے بارے میں سوچتا ہے، یعنی انسانیت کیا ہے؟ اُس کی حیثیت کیا ہے؟ دوسری مخلوقات سے اُس کا تعلق کیا ہے؟ چنانچہ علم کا ایک موضوع تو خود انسان ہے۔ فرمدیجی موضوع ہے اور پورے انسان بھی، پھر انسان آس پاس دیکھنا شروع کرتا ہے تو اسے دوسری مخلوقات نظر آتی ہیں، دنیا میں پہلے پوڈے ہیں، دریا اور سمندر ہیں، سورج اور چاند ہیں۔ انسان ان مخلوقات کے بارے میں جانتا چاہتا ہے۔ اُن میں جاندار مخلوقات بھی ہیں، بے جان بھی ہیں، یہ سب کیا ہیں، ان سے میرا تعلق کیا ہے؟ ان کی حیثیت اس کا نکات کے نظام میں کیا ہے۔ پھر وہ یہ بھی جانتا چاہتا ہے کہ یہ کائنات کیسی ہے؟ اُس کا آغاز کیا ہے، اس کا جامجم کیا ہے؟ اس سے میرا تعلق کیا ہے؟ پھر جب اُس کا جنس اور آگے بڑھتا ہے تو پھر وہ اُن حقیقوں کے بارے میں علم چاہتا ہے جو اس کو نظر نہیں آتیں۔ وہ یہ جانتا چاہتا ہے کہ اللہ کون ہے؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ اس سے میرا تعلق کیا ہے؟ اور پھر جن موضوعات کا ذکر کروہ سننا ہے، اُس کے کلام میں جو اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، تو وہ اُن کے بارے میں بھی جانتا چاہتا ہے، مثلاً جنت کیا ہے، دوزخ کیا ہے، فرشتے کون ہیں، اُن کی کیا صفات ہیں؟ یعنی عالم غیر کے بارے میں جانتا چاہتا ہے، یہ علم کے بارے میں ایک سوال تھا، یعنی کن موضوعات کے بارے میں علم درکار ہے؟ اس کا جواب ہے خود اپنے بارے میں، کائنات کے بارے میں، اشیائے کائنات کے بارے میں اور عالم غیر کے بارے میں۔ اسلام نے ان سب امور علم کا درست موضوع تعلیم کیا ہے۔ جو سوالات ہمارے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام ان سوالات کو بجا قرار دیتا ہے، ان کو غلط نہیں سمجھتا۔ یہ سارے سوالات فطری ہیں، ان سوالات کا جواب انسان کو ملنا چاہیے۔ علم کے دو بڑے دائرے سامنے آتے ہیں۔ ایک

## ڈاکٹر محمد رفت

علم ایسا لفظ ہے جو ہم اپنی لفظوں میں اکثر استعمال کرتے ہیں۔ فعل کے طور پر استعمال کریں تو حصول علم کے معنی جانے کے ہوتے ہیں اور اسم یا Noun کے طور پر استعمال کریں تو علم کے معنی مرتب معلومات ہوتے ہیں۔

علم کی اہمیت کے سلسلے میں انسانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کسی بھی شخص سے دریافت کریں تو وہ یہ کہے گا کہ انسان کے لیے علم ضروری ہے اور ہماری زندگی علم کی روشنی میں گزرنی چاہیے۔ علم کی قدر و قیمت پر موجودہ دور کے لوگ بھی متفق ہیں اور باضی کے افراد بھی علم کی اہمیت کا اقرار کرتے رہے ہیں۔ علم کے بارے میں چند بنیادی سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً: علم کیا ہے؟ کن موضوعات کے بارے میں علم درکار ہے؟ کون سالم قابل اعتبار ہے؟ علم کے ذرائع کیا ہیں؟ علم کی کیافیتیں ہیں؟ علم سے ہم فائدہ کیسے اٹھاسکتے ہیں؟

## خلافت

دنیا کے مختلف ملکوں میں اور مختلف تہذیبوں میں لوگوں نے ان سارے سوالات کے سلسلے میں سوچا ہے۔ اسلام کی روشنی میں بھی ہم علم کے موضوع پر غور کر سکتے ہیں۔ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنا لیا ہے، یعنی کچھ اختیارات دے کر اس کو زمین میں بسایا ہے۔ ان اختیارات کے استعمال کے لیے انسان کو کچھ صلاحیتیں بھی دی ہیں۔ ان صلاحیتوں میں بنیادی صلاحیت علم کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے اس منصوب کا اعلان کیا کہ زمین میں ایک مخلوق کو خلیفہ بنایا جائے گا، اس اعلان کے فرما بعد اس حقیقت کا مظاہرہ ہے کیا گیا کہ انسان کو علم دیا گیا ہے اور وہ علم ایسا ہے جو فرشتوں کو نہیں دیا گیا ہے۔ اس علم کی بنیاد پر توقع کی جاسکتی ہے کہ انسان ایسی زندگی گزارے گا، جس کے نتیجے میں اسے فلا نصیب ہوگی، ناکامی سے وہ بچ گا، زمین میں خیر اور برکت پھیلی گی، شراور انتشار نہیں ہے۔ اس طرح علم کے بارے میں بنیادی بات ہمارے سامنے آتی ہے یعنی انسان کے اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے علم کا گہرا تعلق ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے جو کام انسان کو کرنا ہے، اُس کے لیے علم اس کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان کو اُس علم کو حاصل کرنا چاہیے۔

دباوہ بڑھایا جائے، تاکہ شام کے مستقبل کا فیصلہ یورپ اور امریکا کی مرضی کے تابع ہو۔ روس میں صدارتی انتخابات میں صدر پاؤں کی حکومت میں مقبولیت کی حاصلہ یعنی ۸۰ فیصد ہے، اس لیے توقع بھی ہے کہ وہ بھاری اکثریت سے ایک بار پھر روس کے صدر منتخب ہو جائیں گے۔ یہ ان کے لیے ایک پیغام بھی ہے کہ وہ فتح کی خوشی میں یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک عین بحران ان کا منتظر ہے۔

برطانیہ کی جانب سے روس پر عائد کیے جانے والے اڑامات میں یہ بھی شامل ہے کہ روس "سائبیر" حملوں کو ریاستی پالیسی کے طور پر برطانیہ کے انفراسٹرکچر کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ مزید یہ کہ روس مغربی ممالک میں ہونے والے انتظامی عمل میں غل اندمازی کرتا ہے، جس سے عالمی نظام اور اس کے استحکام کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ یہ اڑامات لگائے تو برطانیہ نے ہیں لیکن حقیقتاً یہ واشنگٹن کے دل کی آواز ہیں۔ صدر رٹریمپ کے متعلق یہ تحقیقات چل رہی ہیں کہ ان کی صدارتی انتخاب کی مہم کے دوران روس کے ساتھ کہیں کچھ ایسا گھوڑ تو نہیں تھا، جس نے خارجہ امور کی راہداری یا انتظامی عمل پر کسی درجہ اثر ڈالا ہو۔ برطانیہ کی مذکورہ بالاشکایت سے غالباً یہ تاثر دینا بھی مقصود ہے کہ یہ تو روس کا دتیرہ ہے اور اسی کوئی بھی حرکت یکطرفہ کارروائی ہو سکتی ہے، گھوڑ کا نتیجہ نہیں۔ یہ بات تسلیم کر لی جاتی ہے تو صدر رٹریمپ کی سیاسی صحت پر اس کے بہت ثابت اثرات مرتب ہوں گے۔ خود برطانوی وزیراعظم تھریا یہے بھی اس موجودہ بحران کی برادرست بینیپھری ہوں گی کیونکہ اب وہ ایک قوم پرست اور بہادر لیڈر کے روں میں خوکومنایاں کر سکتیں گی، تاکہ اپنی حکومت کی ڈولتی شدتی کو سنجالا جاسکے۔

دیکھ لیجیے سائز بری کے ایک پارک میں ہوئے واقعہ نے کس طرح دنیا کی عظیم طاقتلوں کو ہلاکر رکھ دیا ہے۔ کتنے مقاصد، کتنے عزم اور کتنے اہداف اس سے حاصل کیے جائیں گے۔ کتنے ہی خاموش اور بلند آنگ پیغامات دیے جا چکے۔ وللہ آرڑ کو لاحق خطرات کی نشانہ ہی ہو چکی۔ اور ہاں! اگر آپ جانتا چاہیں کہ ان بآپ بٹی کا کیا بنا جن پر حملہ ہوا، وہ بخت بیار ہیں لیکن زندہ ہیں۔ سارے اوروپ ایکس سے آٹھ گناہات قورکیمیکل انھیں مارنے میں ناکام رہا۔

(بجواں: "دلیلِ اث بی کے"۔ ۱۸ ابریل ۲۰۱۸ء)

## عقل کارول

اس واقعہ کو اسلام صاف انداز میں بیان کرتا ہے کہ یہ دنیا حقیقت بھی ہے اور دوسری حقیقوں کو جاننے کے لیے نشانی بھی ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دنیا کے بارے میں جاننے کا ذریعہ کیا ہے؟ بہت سے فلسفیوں کا یہ خیال رہا ہے کہ دنیا کے بارے میں جاننے کا ذریعہ ہے وہ ہماری یوچ ہے۔ ہم سوچ کر دنیا کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ قرآن مجید اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ہم عقل کے ذریعے سے دنیا کو جان سکتے ہیں، لیکن وہ عقل سے پہلے خالق یا ادعاوں کا تذکرہ کرتا ہے، عقل کے روں کو مشاہدے سے الگ نہیں کرتا۔ مشاہدے اور عقل سے متعلق یہ قدم بحث ہے جو موجودہ سائنس (یا مغربی سائنس) اور قدیم فلسفہ کے مابین ہے۔ یہ تو انسان کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ انسان دنیا میں کب سے ہے، لیکن جس تاریخ کو ہم جانتے ہیں وہ کچھ زیادہ طویل نہیں ہے۔ وہ چند ہزار سال کی تاریخ ہے۔ اس میں جو بڑا روں ہے وہ وہ تہذیب بیوں کا ہے۔ اس سے پہلے اسلامی تہذیب ایک ہزار سال تک غالب رہی اور اب بھی بہر حال مغلوب نہیں ہے۔ ان تہذیب سے پہلے جن چند ہزار سال کی تاریخ سے ہم کچھ اتفاق ہیں اُس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ علی دنیا میں فلسفہ کا دور دورہ تھا۔ لوگ حواس کے ذریعے کیے گئے مشاہدے کے بجائے ان باтолوں کو زیادہ اہمیت دیتے تھے جن کی تائید ان کی سوچ کرتی تھی۔

**قدیم فلسفہ اور مغربی سائنس کے نقطہ نظر کا فرق**  
ایک مثال سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قدیم فلسفہ کے نقطہ نظر اور مغربی سائنس کے نقطہ نظر میں فرق کیا ہے؟ اس طور کا کہنا یہ تھا کہ اگر آپ دو چیزیں اور پرسے گرائیں، ایک وزنی ہو تو ایک ہلکی تو وزنی چیز جلدی زمین پر پہنچ جائے گی، ہلکی چیز بعد میں پہنچی ہے، مثلاً: اگر وزن دس گناہ زیادہ ہے تو وقت میں فرق بھی دس گناہ ہو گا۔ اب آپ یہ تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں، تجربہ اس طور کی تائید نہیں کرتا۔ آپ دیکھیں گے کہ اگر ہوا بالکل نہ چل رہی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، وزنی اور ہلکی چیز دنوں ساتھ ساتھ سطح زمین پر پہنچ جائیں گی، اگر ہوا چل رہی ہو تو وزنی چیز پہلے پہنچ جائے گی، ہلکی بعد میں پہنچی گی، لیکن بہر حال دس گناہ کا فرق نہیں ہو گا، بہت تھوڑا سا فرق ہو گا۔ اس طور نے جو خیال پیش کیا تھا، اس کے لیے اس نے فلسفیانہ دلیل دی۔ جو چیز بھاری ہے وہ جلدی پہنچنی چاہیے۔ اس لیے کہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف واپس جاتی ہے، وہ اصل میں

ہے کہ بعض انسان کچھ ایسے ذرائع رکھتے ہیں، جن سے وہ غیب کی دنیا میں جھاٹک سکتے ہیں، یعنی کچھ ریاضتیں ایسی ہوتی ہیں، جن سے انسان غیب کی دنیا میں جھاٹک سکتا ہے۔ ان ریاضتوں سے انسان کے دل میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وہ غیب کو دیکھ لیتا ہے۔ مگر یہ سب فریب اور دھکا ہے چاہے ہزاروں سال سے دیا جا رہا ہو، کوئی تپتیا، کوئی طریقہ کوئی Meditation (مراقبہ) ایسا نہیں ہے جو انسان کو غیب کی دنیا کھا سکے۔ واحد ذریعہ جو غیب کو جاننے کا ہے وہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر اعتماد ہے۔ اعتماد کیوں کیا جائے، یہ الگ سوال ہے، اس پر الگ سے غور کرنا چاہیے۔ اللہ کے نبی جب آتے ہیں تو انے نبی ہونے کے لیے ثبوت اور دلیل پیش کرتے ہیں۔ بنیادی دلیل ان کا کہ درا رہوتا ہے اور اس کے بعد ان کے پیغام کی حقانیت، ان کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔ کوئی شخص جب اعلان کرے کہ وہ اللہ کا نبی ہے تو اس کی بات مانی جائے کہ نہ مانی جائے، اس کے لیے کیا معیار ہے؟ اس سوال پر قرآن نے تفصیل سے جو شکی ہے، لیکن جب انسان کو یقین ہو جائے کہ نبوت کا مدعی واقعی اللہ کا نبی اور رسول ہے تو پھر غیب کے بارے میں جاننے کا واحد قابل اعتبار ذریعہ ہے۔

## غیب اور شہادت

اس کے بعد وہ دنیا ہمارے سامنے آتی ہے جو غیب کی دنیا نہیں ہے، بلکہ عالم شہادت ہے، یہ Visible ہے جو ہمیں نظر آتی ہے۔ جس کو آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور کاؤنوس سے اس کی آوازیں ان سکتے ہیں اور دیگر حواس سے کام لے کر اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں مختلف باقی کی گئی ہیں۔ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے وہ ادعا نہیں ہے بلکہ وہ جو شخص نظر کا دھکا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ بات کی گئی ہے کہ یہ دنیا جو کچھ ہے وہ ما یا جال ہے۔ جب شعور کی آنکھ کھلے گی تو معلوم ہو گا کہ ہم خواب دیکھ رہے تھے اور واقعیت یہ کچھ نہ تھا۔ قرآن مجید اس خیال کی تردید کرتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ یہ جو زمین اور آسمان ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یہ نظر کا دھکا نہیں بلکہ حقیقت ہے جو تمہیں نظر آرہی ہے۔ البتہ یہ بات صحیح ہے کہ کائنات کو وجود خدا نے بخشنا ہے۔ کائنات خدا نے تحلیق کی ہے، جب وہ چاہے گا ختم ہو جائے گی۔ کائنات فانی ہے، عارضی ہے، یہ سب صحیح ہے، لیکن فانی اور عارضی ہی سہی، جتنی مدت کے لیے دنیا موجود ہے اس کا وجود حقیقتی ہے، کوئی فریب نظر نہیں ہے۔

واترہ وہ ہے جسے غیب کہہ سکتے ہیں۔ جو ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کی صفات، فرشتے، جنت اور دوزخ اور آخرت کا پورا عالم، یہ سب ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں، اس عالم کو ہم غیب کی دنیا کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا دارہ وہ دنیا ہے، جو نظر آتی ہے، یہ عالم شہادت ہے۔

## علم کے ذرائع

اس کے بعد دوسری اہم سوال ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ علم کے ذرائع کیا ہیں۔ سوال کو اور زیادہ تین طور پر پیش کرنے کے لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا علم کون سا ہے، جس پر ہم بھروسہ کر سکیں؟ جو قبل اعتماد علم (Authentic Knowledge) ہو۔ اس کے ذرائع کیا ہیں؟ اللہ نے اپنی نازل کردہ کتاب کا تعارف یوں کرایا ہے کہ یہ ہدیٰ للہ تلقین ہے، اور ان لوگوں کے لیے ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ کتاب الہی سے فائدہ اٹھانے والوں کی صفت تلقی ہونے کے علاوہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، ظاہر یہ چھوٹا سا جملہ ہے، لیکن یہ اس سوال کے ایک حصہ کا جواب ہے کہ علم (Authentic Knowledge) کے ذرائع کیا ہیں؟

جہاں تک غیب کا تعلق ہے، مثلاً: اللہ اور اس کی ذات اور

صفات اور عالم آخر وغیرہ تو ان سب کے بارے میں جاننے کا جو ذریعہ ہے وہ اللہ کے نبی، رسول اور پیغمبر ہیں۔ اس لیے کہا گیا کہ کتاب سے فائدہ اٹھانے والوں کی صفت ہے: یہ نہیں بالغیں یعنی وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک تو وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ غیب بھی ایک دنیا ہے اور دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ غیب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ اللہ کے نبی اور رسولوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ دونوں امور اس میں شامل ہیں، وہ لوگ جو غیب کو مانتے ہیں تھیں ان کا روایہ غلط ہے۔ رہے وہ جو غیب کو مانتے ہیں لیکن نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کسی اور ذریعے سے غیب کے بارے میں جانتا چاہتے ہیں، تو ان کا خیال بھی غلط ہے۔ صحیح نقطہ نظر یہ ہے کہ صرف اللہ کے نبی اور رسول غیب کے بارے میں بتا سکتے ہیں، اور کوئی ذریعہ انسانوں کے پاس نہیں ہے۔ غیب کے بارے میں نہ تو انسان اندازہ لگا سکتے ہیں، نہ کوئی Speculation کر سکتے ہیں (یعنی یہ کہ کچھ خیال آرائی کے ذریعے غیب کے بارے میں معلوم کریں)۔ کوئی انسان نبیوں اور رسولوں کے علاوہ ایسا نہیں ہے جسے غیب کے بارے میں خود جاننے کے ذرائع حاصل ہو۔

## مدد فیض

Verifiable ہونا چاہیے۔ کوئی دوسرا شخص وہ مشاہدہ کرنا چاہے تو کر سکے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں جنگل میں جارہا تھا اور میں نے بھوت دیکھا، تم بھی جنگل میں جائیں تو ہمیں بھوت نظر آنا چاہیے تب بات ٹھیک سمجھی جائے گی۔ مشاہدہ وہ درست ہے جس کا اعادہ کیا جا سکتا ہو۔ پہلے آدمی کی بات سے متاثر ہوئے بغیر دوسرا فرد انہی حالات میں مشاہدہ کرنے کی کوشش کرے، تب مشاہدہ قابل اعتقاد قرار پائے گا۔ عمومی اصول یہ ہے کہ خبر واحد (Single Report) مشاہدے کے بارے میں قابل اعتقاد نہیں ہے۔ حدیث میں تو ہو سکتا ہے کہ ایک ہی راوی نے نبیؐ سے بات سنی، اگر راوی قابل اعتقاد ہے تو ہم مان لیں گے لیکن جو چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں، ان کے بارے میں خبر واحد سے کامنہیں چل سکتا ہو۔ وہاں مشاہدہ قابل اعتقاد ہونا چاہیے۔ یہ اصول موجودہ سائنس تسلیم کرتی ہے اور یہ اسلام کے مذاق کے مطابق ہے۔

### ٹکراؤ کی صورت میں

پھر بھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو مشاہدات میں ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ یہ دیکھتے ہیں کہ میں کیلی کو دو پڑیاں ہیں، ہم قریب جا کے دیکھتے ہیں تو وہ متوازن نظر آتی ہیں۔ دور سے دیکھتے ہیں تو ملتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قریب کا مشاہدہ صحیح ہے یادوں کا مشاہدہ صحیح ہے۔ یہاں اصول یہ ہے کہ اگر دو مشاہدات ایک دوسرے سے مگراتے ہوں تو اس مشاہدے کو صحیح سمجھا جائے گا، جس کی عقل تصدیق کرتی ہو۔ ہماری عقل یہ کہتی ہے خدا کی اس دنیا میں تقاضا نہیں ہے، ایسا نہیں ہے کہ ایک قانون ایک جگہ پر درست ہو اور دوسرا قانون دوسری جگہ پر درست ہو۔ ایک جگہ پانی کو ٹھنڈا کریں تو تو بر ف بن جائے اور دوسری جگہ پانی کو ٹھنڈا کریں تو بھاپ بن جائے، ایسا نہیں ہوگا۔ ایک ہی قانون دنیا میں ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر دو مشاہدات مگر اسے دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہی کہ سکتے ہیں کہ تم اپنے مشاہدات کو منظم کریں اس ترتیب سے جو چیز کرائے وہ نہیں مانی جائے گی۔ اس مشاہدے پر پھر غور کیا جائے گا۔ اکثر حالات میں آپ دیکھیں گے کہ پہلے مشاہدہ میں غلطی ہو گئی تھی۔

### علم اور ترتیب کیہے

علم کے بارے میں اگلے سوال کا تعلق اسلام کے خاص مذاق سے ہے، اسلام علم اور ترتیب کیہے کا ذکر کا شرست تھا ساتھ کرتا ہے۔ قرآن کریم میں نبی کریمؐ کے چار بنیادی کاموں کو بیان

یہاں کہا جا رہا ہے کسی ایسی چیز کی پیروی نہ کرو، جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یہ بات ایک شخص نے سن کی اور اب اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ علم ہمیں کیسے حاصل ہو گا۔ اس کا جواب اگلا جملہ دیتا ہے کہ علم کان اور آنکھ اور دل کے استعمال کرنے سے حاصل ہو گا، یعنی آنکھ کان اور فواد یہ علم حاصل کرنے کے قابل اعتبار ذرائع ہیں۔

جن لوگوں نے مشاہدہ (Observation) کو مشتبہ قرار دیا

ہے اُن کی رائے صحیح نہیں ہے۔ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ تم نے جو کچھ دیکھا اُس پر غور کرو، اپنی عقل کو استعمال کرو، عقل مشاہدات سے نتیجہ نکالے گی، ان کو منظم کرے گی۔ اسلام نے فلسفہ اور سائنس کی بحث میں معتدل موقف اختیار کیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ کردار تو دونوں کا ہے۔ مشاہدہ کا بھی اور عقل کا بھی۔ لیکن ابتداء مشاہدہ سے ہوتی ہے اس لیے کہ سعی اور بصر کا ذکر پہلے ہے۔ اس کے بعد فواد کا ذکر ہے۔ یہ فقط نظر موجودہ ذکر کے مطابق مشاہدہ سائنس سے زیادہ قریب ہے۔ اس نقطہ نظر کے مطابق مشاہدہ کو، ہم قابل اعتبار ذریعہ علم قرار دے سکتے ہیں۔ اصل سوال یہ تھا کہ علم کا ذریعہ کیا ہے؟ اُس سوال کا جواب یہ ہے کہ علم غیب کا ذریعہ تو نبی اور رسول ہیں اور یہ دنیا جو نظر آتی ہے اس کے بارے میں علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہمارا مشاہدہ ہے۔ اس مشاہدہ سے عقل بتائی اخذ کرتی ہے۔ چنانچہ علم کا ایک ذریعہ نبی اور رسول ہیں اور دوسرا ذریعہ ہمارا مشاہدہ اور عقل ہے۔

### مشاہدے کا اعادہ

علم کے بارے میں کچھ سوالات اور پیدا ہوتے ہیں، ان کا جواب قرآن کی روشنی میں ہمیں ملتا ہے اور ہمارے تجربات بھی مدد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے مشاہدے کو مشتبہ قرار دیا ہے، ان کے خیال کی وجہ کیا ہے؟ جو بات وہ کہتے ہیں اس کو ہم کس طرح رد کر سکتے ہیں؟ ایک مثال بیجیے: کوئی شخص ہمیں بتاتا ہے کہ ابھی میں جنگل میں جا رہا تھا، رات کا وقت تھا۔ میں نے ایک بھوت دیکھا۔ ہم یہ بات سن کر کہتے ہیں کہ بھائی بھوت کوئی شے نہیں ہے۔ گویا ہم اس کے بیان کر دے مشاہدہ کو نہیں مانتے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشاہدہ اگر قابل اعتقاد ہے تو پھر اس طرح کے مشاہدات کو کیوں نہ مانا جائے؟ قرآن مجید کے اشارات سے اس بات کا جواب ملتا ہے۔ قرآن آسمان کے بارے میں کہتا ہے، ”اس میں تم کوئی خل نہیں پاؤ گے، تم دیکھو اور پھر دوبارہ دیکھو۔“ اس بات کو موجودہ سائنس یہ کہتی ہے کہ ہمارا مشاہدہ جانچ کا متحمل ہو، یعنی اسے

زمین سے گئی تھی اس لیے زمین کی طرف واپس آئے گی اور واپس آنے کا جو روح جان ہے وہ اس کے وزن کے مطابق ہے، جتنا وزن زیادہ ہو گا اتنی ہی تیزی سے وہ واپس آئے گی۔ گویا اگر کچھ فلسفیانہ باتیں مان لیں اور ان سے کچھ تجربہ کا ملیں تو اس کو فلسفیانہ سوچ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس گلیلیو نامی سائنس داں (ایڈیں صدی) کا کہنا یقیناً غور کی ابتدا کے لیے آپ کیا باتیں مان لیں یہ مشاہدہ کی بنیاد پر طے ہونا چاہیے۔ یہ یونانی فلسفہ اور سائنس کا بنیادی فرق ہے۔ گلیلیو کا اور بعد کے سائنس داون کا کہنا یہ ہے کہ بنیادی بات (جو ابتداء میں مان لی جائے گی وہ) مشاہدے سے طے ہو گی نہ کھن سوچ سے۔ اسلام نے جس طرح مشاہدہ کا اور عقل کا ذکر کریا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا نقطہ نظر موجودہ سائنس کے نقطہ نظر سے قریب ہے اور یونانی فلسفہ کے نقطہ نظر سے دور ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

”جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو، اس کی پیروی نہ کرو۔ پیشک کان اور آنکھ اور دل سب کی باز پرس ہونی ہے۔“ (بنی اسرائیل: ۲۳) فرواد اور قلب کے الفاظ معنی کے لاماظ سے قریب ہیں۔ یہاں پروفواد کا نقطہ استعمال ہوا ہے۔ اس آیت میں کہا یہ گیا ہے کہ جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچے نہ گلو۔ اس کی پیروی نہ کرو، اس لیے کہ آنکھ اور کان اور دل سب کی باز پرس ہونی ہے۔

### مشاہدہ

قرآن مجید میں اکثر ایک بات کی جاتی ہے اور پڑھنے والے یا سننے والے کو ذرا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس پر سوچ۔ سوچ کر گلی بات وہ خود بھی لیتا ہے۔ پھر اس کے بعد ترتیب کے لاماظ سے الگی باتیں قرآن بیان کرتا ہے۔ اس طرح قرآن مجید نے پڑھنے والوں کی ترتیب کی ہے۔ دو بالتوں کے درمیان میں تھوڑا سا وقفہ بھی ہوتا ہے۔ اس وقفہ کو قرآن پڑھنے والے کو خود بھرنا چاہیے۔ سورہ بنی اسرائیل کی ان آیتوں میں مسلمانوں کو ہدایات دی جا رہی ہیں۔ ہدایات شروع یہاں سے ہوتی ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس کے بعد جماعتی زندگی کے بارے میں ہدایات ہیں۔ (معاشی زندگی کے بارے میں اور زندگی کے مختلف گوشوں کے بارے میں) ظاہر ہے کہ یہاں عالم غیب کا ذکر نہیں ہو رہا ہے، ابتداء میں کہہ دیا گیا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ اس کے بعد پورا ذکر انسانی سماج کا ہو رہا ہے، چنانچہ یہاں جس علم کا ذکر ہے۔ وہ عالم غیب سے متعلق نہیں ہے۔ یہاں تو اسی علم کا ذکر ہے، جس کی ضرورت ہمیں انسانی معاملات کے لیے ہے۔

نام ہے۔ اس طرح کہ وہ دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہونے کا کام انجام دے سکے، اس کو دونوں بیچزوں کی ضرورت ہے۔ علم بھی ہواں کا ترقی کی بھی ہو۔ چنانچہ دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمرؓ قول ہے: ”بُوْخُض دُنْيَا كَطَالِبٌ هِيَ إِسَّا مُحَمَّدٌ“ وہ دنیا طلب کر رہا ہے، آپ اسے علم دیں گے تو وہ اس کا غلط استعمال کرے گا۔ جیسے ڈاکو کو تواردی جائے گی تو اس سے وہ لوگوں کے مال و دولت کو لوٹے گا، انصاف قائم نہیں کرے گا۔ یہ علم کا وہ پہلو ہے جو موجودہ دنیا کے سامنے سرے سے نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں اسے سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ وہ تعلیمی نظام جو مسلمانوں کے کثروں میں ہو، اس میں علم اور ترقی کی کاستھ ساتھا ہتمام کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔

جہاں تک علم کا تعلق ہے۔ اس کے کچھ طریقے ہیں۔ ہم اسکوں بناتے ہیں، مدرسے بناتے ہیں، کلاس روم ہوتا ہے، استاد ہوتے ہیں، امتحانات اور کتابیں ہوتی ہیں، اس تعلیمی نظام کے تجربات ہیں جو انسان نے حاصل کیے ہیں، یہی معاملہ ترقی کا ہے، ترقی کی بھی اپنے طریقے ہیں۔ اس میں لوگوں سے بات چیت کرنی ہوتی ہے۔ ان کی قلمی کیفیت کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ ان کے مسائل حل کرنے ہوتے ہیں۔ ان کی بھنوں کو دور کرنا ہوتا ہے۔ یہ سارا کام قرآن و سنت کی روشنی میں ہوتا ہے۔ لہذا جہاں تک علم اور ترقی کیا تعلق ہے ان دونوں کے کچھ طریقے ہیں، ان طریقوں کو آپ میں ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصلاً ایک ہی نظام ہے جو تعلیم و تربیت کے مقاصد کو پورا کرتا ہے۔

(حوالہ: ماہنامہ ”زندگی“ نئی دہلی۔ اپریل ۲۰۱۸ء)

ایران میں کیا ہونے جا رہا ہے؟  
امریکا، ایران حکومت کی تبدیلی اور اس پر کمی پابندیاں  
لگانا چاہتا ہے!

امریکا اور اقوام متحدہ کی طرف سے ایران پر کچھ نیادی پابندیاں عائد کی گئی تھیں، کئی سالوں کی سفارت کاری کے بعد ایک موثر نیوکیلر معاهدے (جی پی او اے ۲۰۱۵ء) کے تحت ایران پر ۲۰۱۶ء میں اقتصادی و معاشری اور توانائی کے شعبوں میں لگائی گئی پابندیاں اٹھائی گئی تھیں، اما کہ امریکی کے ادارے نے بھی معاهدے کی پابندی کرنے پر ۲۰۱۶ء میں یہ پابندیاں ایران پر سے اٹھائی تھیں، تاہم پہنچ اور کمپنیوں پر شانوں کی نویعت کی پابندیاں ابھی بھی عائد ہیں۔

ٹرمپ انتظامی نے پالیسی میں تبدیلی کے لیے پارلیمان کے اراکین کی رائے لی اور اتفاق رائے سے (آئی اس اے

گا، انتشار پیدا کرے گا، ٹائم کرے گا، اتصال کرے گا۔ یہ سوال سب سے پہلے فرشتوں نے کیا تھا کہ آپ زمین میں خلیفہ بنانے والے ہیں تو خلیفہ تو خون بھائے گا، فساد پھیلائے گا، زمین کے نظام کو خراب کرے گا، انہوں نے اس پہلو کو میاں طور پر پیش کیا۔ بہر حال پہلو تو دونوں موجود ہیں، طاقت کا اچھا استعمال بھی ہو سکتا ہے اور برآبھی۔ اسلام نے علم اور ترقی کیا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسان کو علم دینا چاہتا ہے مگر اس طرح دینا چاہتا ہے کہ اس کا ترقی کیا ہے۔ اس بات کو دوسرے طریقے سے اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان کا ترقی کرنا چاہتا ہے مگر اس طریقے سے کہ اسے علم بھی حاصل ہوتا چلا جائے۔ علم بلا ترقی کیا ہے۔ ترقی کیا ہے کہ علم اسلام کے نقطہ نظر کے خلاف ہے۔ وہ لوگ جو رہبانیت کی طرف مائل ہوئے، ان کا نقطہ نظر ایسا تھا کہ ترقی کیا ہو گریغ علم اور طاقت کے۔ اس کے برکس موجودہ دنیا ہے۔ وہ اس طرف مائل ہے کہ علم اور طاقت ہو گریغ ترقی کیا ہے، بلکہ ترقی کیا کوئی قصور تک نہ ہو۔ اسلام جو بات کہتا ہے وہ یہ ہے کہ علم اور ترقی کیا انسان کی خصیت کے ایسے پہلو ہیں جن کا ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ ساتھ ساتھ ہوں تو فساد پیدا ہو گا۔ فردی زندگی میں بھی خوبی پیدا ہو گی اور جماعتی زندگی میں بھی۔

یہ علم کے بارے میں بہت بیانی دیا ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اس کی ضرورت ہے کہ پہلے اسے مسلمان خود سمجھیں پھر اسے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ موجودہ دنیا نے علم کو (Skills and Information) تک محدود کر دیا ہے، یعنی علم کچھ مہارت حاصل کرنے کا نام ہے، کچھ معلومات اکھا کرنے کا نام ہے، لیکن علم تو اصلاح انسان کی خصیت کی تکمیل کا

کیا گیا ہے۔ آپ کے چار بنیادی کام ہیں: اللہ تعالیٰ کی آسموں کو سنا، اہل ایمان کا تذکیرہ کرنا، کتاب کی تعلیم دینا اور حکمت کی تعلیم دینا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیم کا لفظ دوبارہ آیا ہے۔ کتاب کی تعلیم، حکمت کی تعلیم اور ان کے ساتھ ترقی کیا کا لفظ آیا ہے۔ ترقی کا ترجمہ ہم عام طور پر تربیت کرتے ہیں۔ ترقی کے معنی بھی ہیں کہ انسانوں کی اصلاح کی جائے، ان کی خامیاں دور کی جائیں، ان کو اخلاقی، روحانی اور دینی حیثیت سے بلند کیا جائے۔ اللہ سے ان کا تعلق قائم ہوا اور وہ ترقی اور تربیت کے مدارج طے کریں۔

اسلام علم اور ترقی کا ذکر یہاں پر ساتھ ساتھ کرتا ہے۔ اس کو مسلمانوں کی عام زبان میں تعلیم و تربیت کہتے ہیں۔ ہم جب تعلیم کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو تربیت کا لفظ بھی بولتے ہیں۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ تعلیم اور تربیت کا انتظام ہوتا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کا ذکر میں پرانان کی خلاف سے گمراحت ہے، بلکہ ترقی کیا ہے، علم انسان کو طاقت عطا کرتا ہے۔ خلیفہ ہونے کی بنا پر انسان کو کچھ اختیارات یہاں پر حاصل ہیں۔ ان اقتیارات کے سلسلے میں وہ اللہ کے سامنے جواب دہے۔ جس شخص کے پاس جتنا زیادہ علم ہو گا، اتنا ہی اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اسی طرح جس گروہ کے پاس جتنا علم ہو گا، اسی لحاظ سے اس کی طاقت بھی زیادہ ہوتی چلے جائے گی۔ طاقت بیشہ اپنے ساتھ یہ سوال پیدا کرتی ہے کہ انسان طاقت کا استعمال کس کام کے لیے کرے گا۔ یعنی اس کام سے وہ بھلائی کرے گا، نیکیاں پھیلائے گا، دنیا میں انصاف قائم کرے گا، اور اپنی طاقت سے اچھے کام لے گا یا اس طاقت سے براہی پھیلائے

## ایران، چین کے لیے طاقت کا توازن

خلاف ہیں اور ان کی نظریاتی سیاست سے نالاں ہیں۔

ایران کے پہلیم کمانڈر نے مبینہ طور پر امریکا، اسرائیل اور سعودی عرب کو ملک میں ہونے والی بغاوت کا مذہد رقرار دیا ہے، ۳۰ جنوری کو پاسداران انقلاب کے سربراہ ملک میں ہونے والی بغاوت کو کلپنے کا بھی اعلان کیا تھا، اس کے فوراً بعد ہی ڈو ملڈ ٹرمپ نے ”ایرانی کمپنی“ شاہد بخاری کے صفتی گروپ کی پانچ مصنوعات پر پابندی لگادی، یہ گروپ ایران میں دفاع سے متعلق امور انجام دیتا ہے اور میزائل تیار کرتا ہے، پہلے بھی امریکا کی لگائی گئی پابندیوں سے یہ گروپ کافی نقصان اٹھا چکا ہے۔

گزشتہ سال کے اختتام پر ایران میں اقتصادی پالیسیوں کے خلاف مظاہرے شروع ہوئے، جیسے جیسے ان مظاہروں نے شدت اختیار کی سیاسی مخالفین بھی ایران کی حکومت کے خلاف ان مظاہروں میں شریک ہونا شروع ہو گئے، ڈو ملڈ ٹرمپ کی ان مظاہرین کے حق میں کی گئی ٹوپیٹ سے ایران حکومت کے حامی بھی ان مظاہروں میں شامل ہو گئے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے مطابق مظاہرین ایرانی صدر، روحانی پیشو اور حکومت کی نامناسب اقتصادی پالیسیوں کے

Dan Steinbock

ہے جس کا مقصد مشرق وسطیٰ میں ایران کے بڑھتے ہوئے اثر ورثون خ کو روکنا ہے۔

### مشرق کی طرف واپسی

مظاہروں سے دو ہفتے پہلے ایران کے میدیا نے رپورٹ کیا کہ ایران ۲۰۱۸ء میں روس کی قیادت میں یورشین اقتصادی یونین میں شامل ہوگا، امریکا کے زیر قیادت وسطیٰ ایشیا کے تحت مرتب کیے گئے برنسکی اصول و قواعداب ترکی اور ایشیا کے لیے پرانی مقتبل کہیں اور تلاش کر رہے ہیں۔ کے اثر سے دور اپنا مقتبل کہیں اور تلاش کر رہے ہیں۔ روس کے زیر قیادت یورشین اقتصادی یونین میں قازقستان، بیلاروس، کرغیزستان اور آرمینیا شامل ہیں، اس یونین میں شامل تمام ممالک معاہدے کی رو سے آجیں میں تجارت اور آمدورفت کے تعلقات آزادانہ طور پر کریں گے، اسی ای یو میں ایران کی شرکت سے یونین کی آبادی ۲۰۱۶ میں تک بڑھ جائے گی جب کہ جی ڈی پی ایک اعشار یو پر بند ہو گی اور ایران کی اس میں شمولیت سے یہ بھارت کے بعد دنیا کا دوسرا بڑا آبادی والا دارہ بننے گا۔

ایران اس لیے بھی اہم ہے کہ ایران ”اوی او آز“ معاہدے میں شامل ہے۔ ۲۰۱۵ء کی شدید پابندیوں کے باوجود بھی ایشیائی ممالک ایران کے ساتھ تجارت کر رہے تھے، آنے والے دنوں میں یہی ممالک ایران کو پابندیوں کے دباؤ سے نکلتے اور معاشی صورتحال بہتر بنانے میں مدد کریں گے۔

حالیہ پابندیوں سے پہلے چین اور کوریا نے تیل کی درآمد کی مفلکوری دے دی تھی، جب کہ چین اور ایشیائی ممالک ایران کے ساتھ آہستہ تجارتی راستے بڑھا رہے ہیں، ایران یہ دن ملک بیکوں میں موجود ۵۱ ملین ڈالر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اسی کے ساتھ ۲۰۱۶ء میں چین نے اپنی بین الاقوامی تجارت میں ۲۰ سے ۳۵ فیصد تک شیئرز کا اعلان کیا ہے، ایران میں مجموعی طور پر ۲۰۱۶ء میں یہ ورنی سرمایکاری میں ۵ گنا اضافہ ہوا ہے۔

امریکا کی جارحانہ پابندی کی پالیسی گمراہ کن اور خود امریکا کے لیے قصان دہ ہے، یہ پالیسی امریکی اتحادیوں کو کمزور اور امریکا کے خلافیں کو مضبوط کر رہی ہے۔ امریکی پابندیوں سے ایران معاشی طور پر اور اوبی او آر کی شراکت میں کچھ کمزور ہو جائے گا لیکن اقوام عالم میں دہاپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہے گا۔

(ترجمہ: سیمیہ اختر)

"As Iranian Regime Teeters, A Pivot To China". ("valuewalkcom". January 15, 2018)

کی یومیہ بہادرات ۲۰۱۸ء کے گرد راء الیمن یہل تک آگئی، نتیجتاً ۲۰۱۷ء کے شروع میں تیل کی قیمتیں تیزی کے ساتھ بیچ آئیں، ۲۰۱۵ء میں ایران کی معیشت قدر سے منجل گئی لیکن اس سے پہلے پہلے تک ۲ سالوں میں لگائی گئی پابندیوں کے نتیجے میں ایران کی معیشت ۹ فیصد تک خسارے میں بھی اپنے۔

۲۰۱۵ء میں ایران کی معیشت مستحکم ہوتا شروع ہوئی، پابندیاں ختم ہوئیں تو تیل کی برآمدات میں اضافہ ہوا اور ایران کی معیشت پابندی سے پہلے والی صورتحال پر آگئی، ایران نے یہ ورنی ممالک سے فنڈ لینے شروع کیے، تک ۲۰۱۶ء ایران کی معیشت میں ۷ فیصد تک اضافہ ہوا، غیرملکی تو انائی کے اداروں نے ایران میں تو انائی کے شعبجہ میں سرمایکاری کی، ایزکرافٹ بنانے والے پڑے ادارے نے ایران کی تجارتی ایز لائن کوئے ایز کرافٹ فروخت کیے، معیشت کے اسی استحکام کی وجہ سے ۲۰۱۷ء میں ہونے والے انتخابات میں صدر حسن روحانی کامیاب ہوئے۔

۲۰۱۸ء سے ۲۰۱۷ء میں جی ڈی پی ۲۰۱۷ء فیصد تک پیچ گیا، اگر مالیاتی شعبوں میں ہونے والی اصلاحات کو کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے تو ۲۰۱۸ء کے درمیان تک جی ڈی پی کے ۵ ہفیض تک بڑھنے کی امید کی جا رہی ہے۔

موجودہ صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ مغرب میں فوری طور پر ایران میں مظاہروں کو بے روزگاری سے جوڑا چاہا ہے جبکہ اقتصادیات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ آئی ایم ایف کے مطابق ایران میں ۱۳ فیصد لوگ بے روزگار ہیں، جس میں ۲۱ فیصد نوجوان اور ۳۰ فیصد خواتین شامل ہیں، اس حوالے سے سعودیہ میں بھی یہ روزگاری کی شرح ۱۳ فیصد ہے، نوجوانوں میں یہ شرح ۳۳ فیصد ہے جبکہ ایک تباہی خواتین بھی بے روزگار ہیں، حقیقت میں بے روزگاری صرف ایران کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام عرب ممالک کا مسئلہ ہے۔

یہ احتجاج ۲۰۰۹ء کے مظاہروں کی طرح نہیں ہے، جو کہ صرف ایران کے کچھ شہری علاقوں تک محدود تھا بلکہ حالیہ مظاہرے چھوٹے چھوٹے شہروں اور دیکھی علاقوں تک پھیل گئے ہیں، یہ مظاہر سے حجمی نژاد کے حمایت یافتہ علاقوں سے شروع ہوئے، سابق ایرانی صدر احمدی نژاد جو کہ سیاست میں واپس آنا چاہتے ہیں اور آج کل لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کے لازمیں گرفتار ہیں۔

ایران کا حالیہ معاشی عدم استحکام امریکا اور اس کے اتحادیوں کی ایران پر لگائی جانے والی پابندیوں کی وجہ سے

کے تھت) ایک عشرے کے لیے ایران گل پابندیوں کی مدت میں تو سچ کر دی، اب ما انظمامیہ نے ۲۰۱۶ء کے اواخر میں اسی ایکٹ کے تحت شرکت ماننے پر پابندی ہٹانے کی یقین دہانی کرائی تھی، لیکن ٹرمپ انتظامیہ کے ساتھ ساتھ ڈیمکریٹک ممبران پارلیمنٹ (جو ادباما انظمامیہ کا حصہ تھے) نے بھی اپنے وعدے کے برکس ایران کے خلاف رائے کا اظہار کیا ہے۔

سعودی عرب سے اقتصادی و معاشری مفادات اور تعاون کے معاملوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ٹرمپ نے وائس میں داخل ہوتے ہی ایران مخالف پالیسیوں اور سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کا آغاز کر دیا تھا۔ ۳۵ ملین ڈالر کے فوجی تعاون کے منصوبوں پر سعودیہ اور امریکا دونوں دستخط کر چکے ہیں اور اب امریکا مشرق وسطیٰ میں ایران کے علاقائی اور دفاعی تھیاریوں کے گرد گھیر لانگ کر رہا ہے۔

اکتوبر میں امریکا نے ایرانی میزائل پر گرام اور آئی آر جی سی جیسے اداروں پر پابندیاں لگائیں، ٹرمپ نے کانگریس اور امریکی اتحادیوں کے تحفظات دور کرنے تک جی سی پی او اے معاملے کو ختم کرنے کی دھمکی بھی دی ہے۔

اقتصادی دباؤ کے ساتھ ساتھ ٹرمپ نے خفی طریقوں سے ایران کو قابو کرنے کے منصوبوں پر کام شروع کر دیا ہے، مغرب سے آنے والی اطلاعات کے مطابق اپنائی متازع خصوص کو ایران مخالف آپریشن کے لیے افسر نامزد کیا گیا ہے، نیوارک نامزد کی اطلاع کے مطابق ۲۰۱۸ء میں قدمات پسند ایرانیوں کو قابو میں رکھنے کے لیے مائیکل ڈی انڈریا کو سی آئی اے میں ایران مخالف کارروائیوں کے لیے اہم عہدے پر فائز کیا گیا ہے۔

۲۰۰۸ء کی سینیٹ رپورٹ کے مطابق مائیکل ڈی انڈریا کوئی آئی اے میں نائن ایلوں کے جملوں کے بعد سے "ڈارک پرنس" یا "آیت اللہ مائیک" کے نام سے جانا جاتا ہے، اسامہ بن لادن کو پکڑنے میں اس نے اہم کردار ادا کیا تھا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ انسانیت سوز مظالم کے حوالے سے بین الاقوامی طور پر اس کی شدید نہادت کی گئی ہے، موساد کے ساتھ مل کر ۲۰۰۸ء میں حزب اللہ کے رہنماء معاذ مغنية اُتل کرنے میں اس کا اہم کردار تھا، اب ما انظمامیہ کے ساتھ تکمیل کریکن اور پاکستان میں ڈروں حملے اسی کی نگرانی میں کیے جاتے رہے ہیں اور ایران پر خفیہ دباؤ ڈالنے کے لیے کیے جانے والے معاملے میں اس کے دستخط کو تلاش کرنا کوئی مشکل کا منہیں ہے۔

معاشری استحکام کے لیے ایران کی کوششیں ۲۰۱۳ء سے تک کے عرصے تک پابندیوں کے نتیجے میں ایران کی معیشت متاثر ہوئی تھی، ۲۰۱۳ء میں خام تیل

”عزت نفس“ تک مجرور ہو جائے، لیکن سننے کی ترپ اور جتوں میں نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ بچوں کو سنتے بھی سننے کے ہی لیے ہیں۔ جو اساتذہ بچوں کو سمجھنے کے لیے سنتے ہیں، کافیوں سے نہیں دل کے کافیوں سے سنتے ہیں، وہ بچوں کے دل میں اتر جاتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچے آپ کے ہاتھ چوں، ”فارمیٹی“ کے لینے نہیں دل سے اٹھ کر آپ کا استقبال کریں، تو پھر آپ کو انھیں دل سے سنبھالے گا۔ بچوں کے لیے عام طور پر وہ مضمون خود بخوبی پڑپ بن جاتا ہے جس مضمون کا اساتذہ ان کے لیے پڑپ بن جاتا ہے۔ آپ کی بچگی کی انتہا اور معراج یہ ہے کہ بچے ”فری پیریڈ“ میں آپ کو خود ملا نے آ جائیں اور جب آپ کلاس سے جان لگیں تو ان کو شخصی محسوس ہو۔ آپ جیسے ہوتے ہیں ویسے ہی شعاعیں اور ”وابزِر“ آپ میں سے نکلنے لگتی ہیں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا ”مومین وہ ہے جس کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے“، سورج کو بتانا نہیں پڑتا ہے کہ میں کلک گیا ہوں، صبح ہو گئی ہے۔ پھول اعلان نہیں کرتا ہے کہ میں کھل گیا ہوں، اس کی خوشبو پورے باغ کو بتا دیتی ہے کہ کوئی پھول آج کھل گیا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر آپ واقعی قابل اساتذہ ہیں تو پھر طالب علوں کو آپ میں سے وہ شعاعیں ہر لمحہ پھوٹی محسوس ہونے لگیں گی۔

اگر آپ اساتذہ ہیں اور حادثاتی طور پر بچگی میں آگئے ہیں تو کوشش کریں کہ اس کو اپنا شوق بھی بنالیں۔ غالب فرماتے ہیں کہ ”بندہ کام سے تھک جاتا ہے“ مجتب سے نہیں تھکنا۔ اس لیے کام سے مجتب کر لیں۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آپ کو ”اطینان قلب“ نصیب ہو جائے گا۔ یہ خدا کی وہ نعمت ہے جو دنیا میں کسی کسی کو ہی بخشی ہے۔ دوسرا آپ کو اپنی عزت دے گا کہ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ آپ کو اپنی عزت دے گا کہ شاید آپ نے سوچا بھی نہ ہو۔ اساتذہ کو سب سے بڑا فائدہ جو اللہ دیتا ہے، وہ یہ کہ اس کے رزق میں برکت ہو جاتی ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے ”جو فخر کے بعد نہیں سوتا ہے اور روزگار کی تلاش میں نکلتا ہے، اللہ اس کے رزق میں برکت دے دیتا ہے“۔ آپ اساتذہ ہیں تو پھر لوگوں کے دل اور خدا کی رضا دونوں آپ کے منتظر ہیں۔

(محوالہ: ”دیلی ڈاٹ پی کے“، ۲۰ مارچ ۲۰۱۸ء)

## اگر آپ اساتذہ ہیں۔۔۔!

### چہانہ تب راضی

آپ کو بات بات پر غصہ آتا ہے، گھر، بازار، رشتہ دار

اور پڑھتے ہوں کا غصہ بھی آپ اپنی کلاس میں ہی نکالتے ہیں تو

پھر آپ کو دو میں سے ایک کام ضرور کرنا چاہیے۔ یا تو آپ پڑھانا چھوڑ دیں یا پھر ”معلم اعظم؟“ کی طرف رجوع کریں۔ آپ کمال ملاحظہ کریں، حضرت انس آپ کی خدمت میں ۹ سال رہے لیکن مجال ہے کہ ان کی کسی بات پر آپ کے ماتھے پر ٹکن تک آئی ہو۔ غصہ ضرور ہونا چاہیے لیکن ایسا کہ آپ کا غصہ بھی بچوں کو بہت کچھ سکھا جائے۔ ان کو معلوم ہو کہ اپنی ایک اساتذہ کا غصہ ”ایسا“ ہوتا ہے۔ قاسم علی شاہ کہتے ہیں کہ ہر چیز کے لیے لائننس ہے، بچگی کا بھی لائننس ہونا چاہیے۔ پڑھائے گا وہ جس کو پڑھانا آتا ہے۔ ہر قابل آدمی قابل اساتذہ نہیں بن سکتا ہے۔ اگر آپ ”لینگوتھ“ پڑھاتے ہیں اور پھر بھی آپ کا شاگرد بذریان اور بد گو ہے تو پھر آپ کو زبان پڑھانے کے بجائے زبان ”سکھانے“ کی فکر کرنی چاہیے۔ آپ نے بچے کو ریاضی کا ہر سوال حل کرنے میں ماہر بنا دیا، لیکن اگر وہ اپنی زندگی کے معمولی مسائل تک حل نہیں کر سکتا، تو پھر آپ کو سوچنا ضرور چاہیے کہ آپ نے ریاضی تو اس کے لیے آسان کر دی ہے، لیکن زندگی مشکل کر گئے ہیں۔

میرادرس و مدرس میں بختا بھی تجربہ ہے، میں نے یہ سیکھا ہے کہ بچہ کتاب سے کچھ بھی نہیں سیکھتا۔ کتاب تو ایک بے جان چیز ہے، وہ بھی نصاب کی کتاب۔ سکھاتا تو اساتذہ اسکول میں رہا، پھر کانچ، کوچک، اور مزید چار سال یونیورسٹی میں رہا، مجھے کبھی کسی اساتذہ نے نہیں کہا کہ ”بیٹا یہ کتاب ضرور پڑھنا“۔ میں نے کبھی کسی اساتذہ کے ہاتھ میں کوئی کتاب کیا پڑا اڑھو گی؟ لیکن مجال ہے کہ وہ ہمارے لیے کچھ اڑکر جائے۔ وجہ ”رول ماؤل“ کا سامنے نہ ہونا ہے۔ آپ بچے کو جو کچھ سکھانا چاہتے ہیں، وہ بن کر دکھا دیں، بچے خود سب کچھ سیکھ جائے گا۔ یاد رکھیں اگر اساتذہ کی کتاب ہی نہیں دیکھی۔ جو اساتذہ خود کتاب نہ پڑھتا ہو نہ کچھ نیا سیکھتا ہو، سوائے ”فیس بک“ اور ”یو ٹیوب“ کے وہ آنے والی نسل کو کیا سکھائے گا؟ مطالعہ وہ واحد ریحہ ہے جو آپ کی شعوری عمر میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ کی ذہنی نشوونما کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے ”کتب بینی“۔ اگر آپ اساتذہ ہیں اور روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ آپ مطالعے کے لیے نہیں نکلتے تو پھر آپ اپنے ساتھ اور اپنے شاگردوں کے ساتھ ظلم کرتے ہیں، پھر آپ کا غصہ ہی ان پر نکلتے گا، کیونکہ جو آپ کے اندر ہوتا ہے وہی آپ اپنے طالب علموں کے ذہنوں میں اٹھ لیتے ہیں۔

سب سے اہم مسئلہ سننے اور سنانے کا ہے۔ اساتذہ کے اندر سنانے کی لگن ہوتی ہے۔ وہ کھری کھری بھی سناتے ہیں اور بعض دفعہ اتنا سناتے ہیں کہ بھری کلاس میں بچے کی